ओ३म
دیانند ساگر
یعنی
رشی دیانند کے حالات منظوم
مصنفہ
چمپت رائے صادق ایم اے
کاشی رام سٹیم پریس لاہور میں
باہتمام لالہ کاشی رام
چھپ کر شائع ہوا
قیمت فی کاپی
۶ر

مصنّف کی دو دو باتیں

۱- عوام سے -

جب سے دیانند میں عقیدت ہوئی۔ تبھی سے طبیعت نے چین پایا۔ آج کل کے مذہبی
بھنور سے اعتقاد کی کشتی صحیح و سلامت نکالنا اور نجات کے کنارے تک پہنچانا ایک ایسے باخدا
ناخدا کی امداد کے بغیر ناممکن ہے۔ اب جب کبھی روحانی گرانی ہوتی ہے۔ اس سرور کے سرچشمے
کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ پنڈت گرودت کی طرح ہم یہ کہنے کی ہمت نہیں رکھتے۔ کہ دیانند کی
زندگی کو ہم اپنی زندگی میں ثبت کر رہے ہیں۔ البتہ خیال ہے۔ کہ دل میں اُس کا عکس ہر لمحہ موجود
رہتا ہے اور طبیعت کو اُس کی تجلی سے گونہ تنویر حاصل ہے۔ دُنیا کا کوئی مرحلہ نہیں۔ جس میں
اس مہاتما کے کارناموں سے ہدایت حاصل نہ ہو۔ عقبےٰ کا کوئی معمہ نہیں۔ جو اس
پیشوائے کامل کی ہدایت سے حل نہ ہو جائے۔ اس رہنما کی خوبی یہ ہے۔ کہ رہرو کو خود اپنا
رہنما بنا دیتا ہے۔

آریہ سماج کے اخبارات اپنے خاص نمبروں کے لئے رشی کی شان میں نظمیں طلب
کرتے تھے۔ خیال تھا۔ کہ رفتہ رفتہ سوامی کی زندگی کے سب واقعات اس طرح نظم ہو
جائینگے۔ مگر ان نظموں کے اوزان مختلف۔ بحریں جدا۔ مسلسل کہانی مرتب نہ ہو سکتی۔
ڈی اے وی کالج کے پروفیسر شری دیوان چند جی ایم اے نے خیال سجھایا۔ کہ سوامی
کے حالات مسلسل نظم میں قلمبند کردو۔ بات تھی اُڑ گئی۔ خیال تھا جم گیا۔ یکایک طبیعت
میں اُبال آیا۔ اور اُس وقت تک تسکین نہ ہوئی۔ جب تک یہ اوراق مکمل نہ ہو گئے تقریباً
ایک ماہ اسی اُدھیڑ بن میں رہے۔ بارے عقیدت کا فرض ادا ہوا۔ محبت کے سر سے
بوجھ اترا۔ ان اوراق میں کوئی کمال [illegible] ہے۔ مسرت [illegible] طبیعیں

اس کی چاشنی پائیں گی ۔

سوامی کی شان میں جو نظمیں اخبارات کے خاص نمبروں میں نکلی تھیں۔ انہیں ضمیمہ کے طور پر اس کتاب کے آخر میں لگا دیا ہے ۔

۲۔ اہل عروض سے۔

عبارت بالا کے پہلے مسودے کے آخر میں ۱۱ جولائی ۱۹۱۹ء تاریخ درج ہے۔ اس کے بعد کتاب طبع ہونے کے لئے لاہور بھیج دی گئی۔ تقریباً ۳ ماہ کا مختصر عرصہ ملا۔ ابتدائی تصنیف کے بعد کچھ مدت مصنف کی نظر کے قریب سے کتابیں گئی نارکا شکایت ہوئی ہے۔ جس سے عبارت کی ناہمواری۔ الفاظ کی درشت بندش۔ عروض کی اغلاط درست ہوتی رہتی ہیں۔ دیانند آنند ساگر کی چاہ میرے دوستوں کو اس قدر تھی۔ کہ لکھے جانے کے بعد ایک ماہ بھی میرے پاس نہیں رہنے دیا۔ اس لئے اگر زبان یا عروض کے لحاظ سے کوئی خامی رہ گئی ہو تو نقادان سخن نظر کرم اغماض فرمائیں گے۔ اور مصنف کو اطلاع دے کر آئندہ اصلاح کے ساتھ شکریہ پائیں گے ۔

اہل عروض کا اعتراض کہیں کہیں کچے قافیوں پر ہوگا۔ اردو فارسی نظم کی خصوصیت اس کے مکمل قافیے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ پورا قافیہ شعر میں ایک انوکھی لذت پیدا کرتا ہے۔ مگر اس کا التزام ایک ایسی کاوش کا موجب ہے۔ جو کبھی کبھی نہایت رنگین اور نازک معانی کے خون کا باعث ہوتی ہے۔ اردو والے بلینک ورس کی طرف متوجہ ہوئے تھے مگر اب خیال جاتا رہا۔ سنسکرت میں ہر قسم کے مضامین نظم میں ادا ہو جانے کا باعث یہ ہے کہ اس میں قافیے کی قید نہیں۔ انگریزی میں بلینک ورس نے تو قافیے کو اڑا ہی دیا ہے۔ اور جو قافیہ موجود ہے۔ وہ سن کو مون کا ہم قافیہ ٹھیراتا ہے۔ عروضی موزونیت کا نقص سہی۔ لیکن کون کہہ سکتا ہے۔ کہ ان زبانوں میں سچی شاعری نہیں۔ شعر قلبی جذبات کی تصویر ہے۔ اگر وزن کا پابند ہو جائے۔ تو موزون ہو جاتا ہے۔ مقفیٰ ہونے سے اور خوبصورتی بڑھ جاتی ہے۔ تاہم یہ کیا۔ کہ قافیہ ادھورا ہونے کے جرم میں شاعر شاعری کے ملک سے

ہی جلا وطن کیا جائے۔ مثلاً ہم نے سِن کا قافیہ پُرجن باندھا ہے۔

جو چودہ برس کا ہوا مول کا سِن   سکھایا گیا اُن کو شوخی کا پُرجن

بدلنے کو تو پہلا مصرع یوں بدل دیتے

جو چودہ برس کا ہوا بھولا بچپن   سکھایا گیا مول کو شوخی کا پُرجن

مگر پہلے ہی شعر پر اعتراض کا کیا موقعہ ہے؟

علیٰ ہذالقیاس لنگوٹی کا قافیہ کسوٹی سے باندھا گیا ہے۔

یہاں پیٹ بھرنے کو روٹی نہیں ہے   کوئی جھوٹ سچ کی کسوٹی نہیں ہے

لکھنے کو تو دوسرا مصرع یوں لکھ دیتے ع

بدن ڈھانکنے کو لنگوٹی نہیں ہے۔

مگر ضرورت؟ ایسے ہی دیگر مقامات پر خیال کر لینا چاہئے "دونا" کا قافیہ "ما لنگا" اساتذہ بھی باندھتے ہیں۔

اگر اُردو شعرا کو یہ آزادی ناگوار ہی رہی۔ تو ہم دوسرے ایڈیشن میں بدل دینگے

۳۔ اہلِ زبان سے۔

ہماری زبان کے شاکی ادھر آریہ احباب ہیں۔ اُدھر اُردو خوان اصحاب۔ آریہ احباب چاہتے ہیں۔ کہ کل تصانیف۔ بالخصوص دھرم کی تصانیف آریہ بھاشا میں کی جائیں۔ کوئی کتاب اُردو میں نکلے۔ تو اُس کی کتابت اُردو میں سہی۔ الفاظ بھاشا کے رہیں۔ اُردو خوان چاہتے ہیں۔ کہ کڑی فارسی ہو۔

ہم اس زبانی جھگڑے کو غلط فہمی کا جھگڑا سمجھتے ہیں۔ ہندوؤں کی مذہبی ضروریات ان کو سنسکرت کا محتاج رکھیں گی۔ اور جو ہندو سنسکرت نہیں پڑھتا وہ پورا ہندو نہیں۔ تاہم ہماری بول چال ایک ایسی زبان میں ہوتی ہے۔ جسے ہندی خواں ہندی یا آریہ بھاشا کہتے ہیں۔ اور اُردو داں اُردو۔ کتابت کی دیوار

اس قدر مضبوط ہے۔ کہ دونوں زبانیں اصل میں ایک ہونے ہوئے بھی مختلف ہیں۔ اس میں
شک نہیں کہ ناگری کتابت کی خصوصیتیں اس طرز کتابت کے ساتھ ہیں۔ یہ خوبیاں کسی
اور طرز خط نے نہیں پائیں۔ اردو حروف کو جامع حروف بنانے کی کوشش کی گئی ہے
مثلاً ٹ اور ڈ وغیرہ حرف جو فارسی میں نہ تھے۔ ہندی سے لے لئے گئے ہیں۔ اور اگرچہ
کئی زائد حروف مثلاً ایک ہی آواز کے لئے س۔ ث۔ ص یعنی تین مختلف حروف کا قائم رکھنا
پڑھنے والے کے لئے سخت رکاوٹ ہے تحریر کی رہنا تقریر نہیں ہو سکتی۔ کوئی "اصرار"
کو "اسرار" لکھ دے تو غلط ہو جاتا ہے۔ اور اس س۔ ص۔ ث کی تمیز کے لئے بہت
قوت ذہن و اخذ خرچ ہوتی ہے۔ تاہم اکثر خاندان کا جو ہندوستانیوں کے گلے سے
نکل سکتی ہیں۔ اردو۔ الف۔ بے میں جمع ہو جانا ایک خوبی ہے۔ اور یہ خوبی آریہ بھاشا
یا ہندی میں بھی موجود ہے +

حروف کے نام اور ہیں۔ آوازیں اور۔ یہ نقص ہے۔ مثلاً ا کو جو فقط ا ہے۔
الف کہنا اس میں ل اور ف بڑھانا ہے۔ اس سے بھی ہندی کے راستے میں رکاوٹ
پیدا ہوتی ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھ سکتا۔ کہ الف اور بے مل کر اب کیسے ہو جاتا ہے چاہئے
تو الفبے بننا۔ تاہم اردو خوانان کو سکھایا جا سکتا ہے۔ ہم کہ اپنے حروف کے نام بدل دو
ناگری میں آ کو آ کہا جاتا ہے۔ ب کو ب۔ جس سے بچے کو حروف ملانے میں دقت نہیں
ہوتی۔ اور حروف کی ترتیب مخرج وار کر دینے سے ایک اور سہولیت پیدا کی گئی ہے
جو علم زبان کے ماہر سمجھتے اور سراہتے ہیں۔ حروف سیکھنے سکھانے کی ایک سائنس ہے
اور ناگری ابجد کے واضع اس سے اچھی طرح واقف تھے +

اردو طرز خط کا سب سے بڑا عیب وہ ہے۔ جس کی سید علی بلگرامی نے اپنی کتاب
تمدن عرب کے دیباچے میں شکایت کی ہے۔ وہ اعراب کا حروف سے الگ ہونا ہے۔ زبر
زیر۔ پیش سکون الفاظ کا حصہ نہیں بنتے۔ جیسے بھاشا میں بنتے ہیں۔ انگریزی کے اعراب

بھی حروف ہیں۔ جس سے طوالت پیدا ہوتی ہے۔ بھاشا میں اعراب نشانیاں ہیں مگر انہیں خط میں داخل کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ حذف نہیں کیے جا سکتیں۔ اُردو خوانان کا تلفظ درست نہ ہونے کی ایک وجہ یہ ہے۔ کہ انہیں لفظ مکمل نہیں ملتے۔ سوائے اُردو قاعدے کے آریہ بھاشا میں آپ کو نہ اب پڑھ سکتے ہیں نہ لکھ سکتے ہیں۔ باقاعدہ تعلیم یافتوں کا تلفظ غلط ہوتا ہی نہیں

اُردو میں لفظ کا پہلا حرف ساکن ہو ہی نہیں سکتا۔ بھاشا میں ہوتے ہیں۔ مثلاً پربھو اس میں پ متحرک نہیں ر۔ ہے۔ اُردو میں یہ لفظ لکھا ہی نہیں جا سکتا اور ایسے لاکھوں لفظ ہیں

اُردو طرز خط سے بھاشا طرز خط عمدہ ہے مفید ہے باقاعدہ ہے۔ اور بنگالی۔ مرہٹی گجراتی۔ گورمکھی۔ ان سب زبانوں کی کتابت۔ ناگری کتابت کا ذرا بگاڑ ہے۔ اس لئے ان صوبوں کے لوگوں کے لئے ناگری پڑھنا نئی زبان کا پڑھنا نہیں۔ ہندوستان کے اکثر حصص اسے گرفت کئے ہوئے ہیں۔ اور مہاتما گاندھی جیسے محب قوم و ملک کا اس زبان کو ملک کے لئے اپنانا اس امر کی دلیل ہے کہ اس خط کو ہندوستانی خط کہنا ہندو مسلمان تعصب نہیں۔ مسلمانوں کی مذہبی کتب اس خط میں لکھی جا سکتی ہیں۔ مگر ہندوؤں کی مذہبی کتب فارسی طرز خط کو قبول نہیں کرتیں اور مذہب کی نگہداشت دونوں قوموں کے لئے ضروری ہے۔ اور یہ خیال بھی ضروری خیال ہے۔ کہ طرز خط کے بدلنے سے مذہب نہیں بدلتا۔ وید وید رہتا ہے۔ چاہے اس کو کوئی خط دے دو۔ شرط یہ ہے۔ کہ اس خط میں اس کی آوازیں ظاہر ہو جائیں۔ اسی طرح قرآن قرآن ہے چاہے اس کی کتابت کسی خط کی ہو۔ آوازیں وہی ہوں۔ زبان عربی ہو۔ موجودہ انگریزی ترجموں میں قرآن کی آیتیں رومن حروف میں لکھی جاتی ہیں۔ اور وہ بھی اگر ٹھیک طرح پڑھی جا سکتی ہوں۔ تو قرآن ہی کی آیتیں ہیں +

کچھ ہو۔ ہم نے اپنی کتاب اُردو خط میں طبع کرائی ہے۔ اور فی الحال یہ نہیں بتانا چاہتے۔ کہ ہم نے ایسا کیوں کیا؟ ہم اپنی زبان کے متعلق چند الفاظ کہیں گے +

ہم نے اوپر ظاہر کیا ہے۔ کہ اُردو ہندی ایک ہیں۔ کڑی عربی اور کڑی فارسی اُردو

خوانوں کی سمجھ میں نہیں آتی - تو ہندی خوانوں کی سمجھ میں کیا آئیگی - ایسے ہی کڑی سنسکرت لغات
ہندی خواں نہیں سمجھ سکتے - تو اُردو خواں اُنہیں کیا سمجھیں گے ؟ سادہ اُردو اور سادہ آریہ بھاشا ایک
ہیں - ہندوؤں اور مسلمانوں کے اتفاق میں سب سے مضبوط کڑی ایک زبان ہوگی - فی الحال ایک طرز خط
ایک نہیں ہو سکتی - تو دونوں کا یہ فرض ضرور ہے کہ دونوں زبانوں کے طرزِ خط سیکھیں - ہندو
بیشک ہندی لکھا کرے - مگر اُردو بھی ضرور پڑھے - اور مسلمان اُردو ہی کا استعمال کیا کرے مگر ہندی
پڑھے ضرور - اگر انگریزی رعایا ہو کر انگریزی پڑھنا ضروری ہے - تو ہندوستانی ملک ہو کر ہندوستانی
زبانوں کا سیکھنا بھی ضروری ہے - آج کل اُردو ہندی کی لڑائی ناواقفوں کی لڑائی ہے - جس قدر
زور اُردو ہندی کو نیچا دکھانے کو طرفین ایک دوسرے کی تردید میں خرچ کرتے ہیں - وہ دونوں
زبانوں کے سیکھنے میں خرچ کیا جائے تو کام چل جائیگا - حبِ وطن بڑھ جائیگا اور دونوں زبانوں
کے حسن و قبح سے واقف ہو کر فیصلہ بھی کیا جا سکیگا کہ آئندہ ہندوستان کی زبان کیا ہو +

ہماری یہ کتاب اُردو خط ہی میں نہیں - اُردو زبان میں بھی ہے - یہ ہندو مسلمانوں دونوں
کیلئے لکھی گئی ہے کیونکہ دیانند جتنا ہندوؤں کا تھا - اتنا مسلمانوں کا تھا - سر سید احمد کی محبت سید محمد
تحصیلدار کی عقیدت - ڈاکٹر رحیم اللہ خان کی خیر خواہی ظاہر کرتی ہیں کہ جیسے دیانند نے مسلمانوں کو کیا محبت تھی
مسلمان کہتے ہیں اُردو مسلمانوں کی زبان نہیں ہندوؤں کی بھی ہے - جو اُردو ہندو گھرانوں
میں بولی جاتی ہے اس میں فارسی نہیں سنسکرت کی آمیزش زیادہ ہے "ہم تشریف رکھئے" کم کہتے
ہیں - "ہم پدھاریے" زیادہ کہتے ہیں خصوصاً گھروں کی دیویاں - اور جب مضمون ہی ایک مذہبی
رہبر کے حالات زندگی ہوں - اس میں ہندو لغات کا درج ہونا مناسب ہی نہیں ضروری ہے ان
کے سوا مضمون اپنی اصلیت سے بعید ہو جاتا ہے - اُردو خوانوں کو اس لئے بھی کہ ان کا یہ دعوٰی
کہ ہندو اُردو بولتے ہیں صحیح ثابت ہو - ان لغات کا اپنانا ضروری ہے +
ہمارے محاورے پر جو اعتراضات ہونگے - ان پر ہم نہایت خلوص سے غور کرینگے - اور ہمیشہ اصلاح
کے لئے مستعد ہونگے - ۳۰ ستمبر ۱۹۱۹ء +

چمپت رائے

انسانیت کا نغمہ

بڑے آدمی کسی خیال کی تصویر ہوتے ہیں۔ سکھ گورو نانک کو جس جذبے سے پوجتے ہیں گورو گوبند سنگھ کی ذات سے وہ خیال وابستہ نہیں۔ ایک عبادت مجسّم ہے۔ دوسرا غیرت مجسم۔ گورو نانک کو ہم وحدت کا نغمہ کہہ سکتے ہیں۔ گورو گوبند سنگھ کو شجاعت کا نعرہ۔

خداوند مسیح مسیحائی کا خداوند ہے۔ روتوں کو ہنسانا۔ گرتوں کو اٹھانا۔ اور بن موت مرتوں کو جلاتا ہے۔

بدھ ویراگ کی مورتی ہے۔ بیوی پر آخری نظر ڈالتا ہے۔ جگر کے ٹکڑے نے اسی رات ہی تو اجالا دیکھا ہے۔ مگر اس وہم کے اجالے پر موہت ہو تو بدھ کون بنے؟

رام باپ کے حکم کی اطاعت ہے۔ فرض کی راہ میں ریاضت ہے۔ مستحقوں کی اعانت ہے۔ ظالموں پر ظلم ہے۔ کرشن تدبیر ہے۔ دانائی ہے۔ معاملہ فہمی ہے۔ اور کامیابی کا گر ہے۔

غرض جس بزرگ پر نظر ڈالو۔ موصوف نہیں صفت ہے۔ پورانک نہیں نراکار کا [illegible] ہیں بے شکل خوبی کی خد و خال والی صورت۔

جھلکتی ظاہر ہونا چاہتی تھی۔ نانک بنی۔ پرماتما کو رنگ روپ کی خواہش تھی۔ گوبند سنگھ کا روپ ملا۔ مسیحائی کا جھروکہ مسیح ہوا۔ ترکِ دنیا کو شکل کی ضرورت تھی۔ بدھ کا مجسمہ تیار ہوا۔ انصاف کی کرسی رام ٹھیرا اور دانائی کا قالب وشنو کرشن۔

دیانند کس خیال کا کرشمہ تھا۔ کونسی صفت بھڑکی کہ اسے دیانند کی نبض میں جگہ ملی؟ ہاں دیانند کس خوبی کا مظہر تھا۔ کس عظمت کا نائب۔ کس بزرگی کا قائم مقام؟ ہم نے دیانندی ترانہ سنا ہے۔ اس کی لے ہے۔ اس بانسری پر کان دیا ہے

اس میں انغمہ ہے۔ اس رباب پر ہاتھ مارا ہے تار ہلا ہے۔ اور اس سے نہایت لطیف
گیت برآمد ہوتے ہیں +

دیانندی تان کی لے۔ دیانندی بانسری کا نغمہ۔ دیانندی رباب کا تار اور اُن کا
لطیف گیت کیا ہے؟ کیسا ہے؟ فنِ موسیقی کے ماہر آئیں اور سمجھیں۔ یہ گیت پیچیدہ گیت
ہے۔ اس میں اونچی نیچی سب سُر ہیں اور سب مل کر ایک نغمہ بنتی ہیں۔ یہ نغمہ اتنا
ہی پیچیدہ ہے۔ جتنی کہ انسانیت۔ کیونکہ یہ انسانیت کا نغمہ ہے +

دیانند عبادت نہیں۔ بھکتی بحث نہیں۔ اخوت نہیں۔ وحدت نہیں۔ حق پسندی نہیں یا
دانائی نہیں۔ سب کچھ ہے۔ کسی کو ناگوار نہ گزرے دیانند انسانیت ہے +

اوتار یا پیغمبر؟

دیانند نے اوتار ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا۔ اس سے پہلے بھی کسی
نے نہ کیا تھا۔ پرماتما کا بیٹیا ہونے کا دعوےٰ کیا اور کہا۔ پرماتما کے
سب بیٹے ہیں۔ اپنے آپکو پیغمبر نہ بتایا۔ کسی نے کہا یہ نہ کہو۔ ویدمیں ایسا لکھا ہے۔ کہو پرماتما
نے مجھے ایسا کہا ہے۔ صدقے اس انسانیت کے! کہا نہیں۔ اس پیغمبری کا حق میرا
اکیلا نہیں۔ سب کا ہے۔ پرماتما تو سب کو سچ کہتے ہیں۔ کوئی سُنو بھی۔ سب پر وحی نازل
ہوتی ہے کوئی سمجھو بھی۔ پرماتما کا پہلا اور پُورا اور پھر اکیلا الہام وید ہے۔ جو پڑھ لو وہ
پیغمبر۔ یوگی بن جاؤ۔ پہلے رشیوں کا سا الہام ہوگا۔ رتی بھر کم نہیں +

پرماتما کا نائب!

انسان پرماتما کا نائب ہے مگر کون انسان؟ پہلے بزرگوں
نے بھی ایسا کہا تھا۔ مگر بن خود نائب گئے تھے۔ کوئی اپنی
مرضی سے۔ اور کوئی مریدوں کے "مریدان مے پرانند" سے۔ میرے پیارے نے اپنے لئے
کوئی خصوصیت قبول نہ کی۔ کہا میرے بچن کو عقل کی کسوٹی پر کسو۔ تم اپنے الہام پر
اعتبار کرو۔ میرے الہام پر نہیں۔ ہاں شرط یہ ہے۔ کہ ملہم ہونا سیکھو۔ عقل کو ایسا ہی
راسخ اور صالح کرو جیسا نائبانِ خدا کا ہوتا ہے۔ دیانند کا قول اس لئے نہ مانو کہ

دیانند کا ہے۔ اس لئے مانو کہ تمہاری عقل سکا ہے۔ میلی عقل سکا نہیں۔ پختہ عقل سکا ہے۔
دیانند کو اس کا ڈر نہیں کہ اس سے کوئی بڑھ جائیگا۔ سچے ماں باپ کی طرح اس کو خوشی
ہے کہ اُس کی اولاد اس سے زیادہ لائق ہو جاوے +

انسانی ترقی کی کوئی حد ہے ؟ قابلیّت رُوحانی ہو یا جسمانی۔ غیر محدود ہے۔ مکمل
ذات پرماتما کی ہے۔ اس سے نیچے جہاں جس درجہ پر ہو۔ ترقی کا میدان باقی ہے +

پرماتما اور آتما } ناستکوں نے پرماتما کی ہستی مٹانی چاہی۔ کہا ہم ہیں۔ وہ نہیں
ویدانت کا موضوع ہی پرماتما کی ہستی تھا۔ پرماتما نہ ہو تو
ویدانت نہ رہے۔ انہیں ناستکوں کی بات کھٹکی۔ ناستکوں کی مخالفت میں اُن کا یہ دعوے
ہوا۔ کہ وہ ہے ہم نہیں۔ رُوح وہم ہے۔ وہم مٹ جاتا۔ خود وہم کا پرماتما بنتا ہے۔ فریق
ہیں کشمکش ہوئی اور جیتے وہم والے۔ مگر فتح پا کر وہم اور پکّا ہو گیا۔ مٹا نہیں۔ نہ مٹا
تو پرماتما بھی نہ ہوا۔ آخر ہوا یہ کہ ہم بھی وہم ہو گئے۔ پرماتما بھی وہم رہ گیا +

دیانندی انسانیّت کو جوش آیا۔ دونوں کو للکارا۔ کہا دونوں کا وہم غلط ہے۔
دونوں کے دعوے کا اثباتی حصّہ درست ہے۔ انسانیّت ہے۔ اس کا ثبوت تمہاری
ہاں اور نہ دونوں دیتی ہیں۔ اپنے ہونے کا اقبال کرو۔ تو جس کا اقبال کرو وہ انسانیّت
ہے۔ اپنے ہونے سے مُنکر ہو تو جس سے مُنکر ہو وہ انسانیّت ہے۔ مُنکر بھی مُقبل بھی
دونوں انسانیّت ہیں۔ انسانیّت کمال نہیں۔ اُس کی ہستی اُس کے عدم کمال کا اعتراف
ہے۔ انسانیّت کوشش ہے۔ کوشش کا نتیجہ نہیں۔ انسانیّت ترقی کا زینہ ہے
ترقی کا معراج نہیں۔ زینے کو معراج چاہئے۔ کوشش کو نتیجہ چاہئے۔ تلاش کو گوہرِ
مقصود چاہئے۔ وہ معراج۔ وہ نتیجہ۔ وہ مقصود پرماتما ہے۔ یہ گوہر ہاتھ آئیگا نہیں
ہاتھ بڑھاتے جاؤ۔ قدم اُٹھانے میں تلاش کی لذّت ہے۔ جستجو کی تسکین جستجو ہے شعر

وہم تھا جو پا کو لا حاصل ہے میری سعی سب اور تو پائے رواں میں جستجو ہو کر رہا

وید میں جیو کو کرتو کہا ہے۔ یعنی کام کرنے والا۔ سو سال۔ بلکہ سو سال سے زیادہ جینے کی ہدایت کی ہے۔ مگر ساتھ ہی کہا ہے۔ کام کرتا ہوا جینے کی خواہش کر۔ یعنی جو لمحہ کام کے بغیر گذر جائے۔ وہ جینا نہیں مرنا ہے +

پرماتما کی ہستی سے منکر کوئی معراج نہ رکھتے تھے۔ اس لئے ٹھہر گئے تھے۔ جو کو پرماتما کہنے والے اپنے آپ کو منزلِ مقصود سمجھ بیٹھے تھے۔ اس لئے بیٹھ رہے تھے روح قدم مارتی تھی۔ کیونکہ اُس کا خاصہ قدم مارنا ہے۔ مگر وہ قدم ٹھہرے ہوئے سپاہی کا مارک ٹائم تھے۔ انسانیت کے نغمے نے خود پرماتما ہونے کا وہم بھی مٹا دیا۔ اور پرماتما نہ ہونے کا وہم بھی۔ انسانیت کو کوشش بنایا۔ کمال کی تلاش بنایا۔ نہ رُکنے والا عروج بنایا۔ ناکام کامیابی بنایا +

انسانیت کے ٹوٹے انسانیت کے ٹوٹے تھے۔ انسان بال کی کھال اُتار کر مطمئن نہ ہوا۔ خیال کی کھال اُتارنے لگا۔ انسانیت صفت تھی۔ اُس کے پُرزے کئے۔ کوئی برہمن ہوا۔ کوئی شُودر۔ کوئی گورا ہوا۔ کوئی کالا کوئی پیلا۔ کوئی حبشی۔ کوئی کاکیشی۔ کوئی منگول۔ چھوت۔ اچھوت۔ پاک۔ ناپاک۔ لاکھ جماعتیں بن گئیں +

انسانیت کو درد ہوا کہ آج مجھ پر آرہ کشی ہے؟ صحیح و سالم پر نشتر چلاتے ہیں؟ ایک چیخ نکلی۔ غضب نہ ڈھاؤ۔ اپنے اوپر رحم کرو۔ انسانیت ایک ہے۔ صورتیں لاکھ ہوں۔ انسان جب تک انسان ہے۔ اچھوت نہیں۔ اُس کا پرماتما سے سیدھا ناطہ ہے وہ وید پڑھ سکتا ہے۔ پرماتما کا امرت پُتر کہلا سکتا ہے۔ انسانیت برہمن ہو کر وید نہیں پڑھتی۔ وید پڑھکر برہمن ہوتی ہے۔ گورا وہ ہے۔ جس کا دل صاف ہے۔ خیال پاکیزہ ہو۔ قول پاکیزہ ہو۔ عمل پاکیزہ ہو۔

شعر

صاف دل ہو۔ رنگ ہے کالا تو کیا   خاک کا پُتلا ہے۔ مٹیالا تو کیا

شریروں کے لئے قانون قید ہے - بھلے مانسوں کے لئے قانون آزادی - آزاد انسانیت قانون
بناتی اور قانون کے ماتحت رہتی ہے - قانون توڑنا اس کی نگہ میں گراوٹ ہے عظمت نہیں سیدھی
ہوئی آتما طبعاً آزاد ہے - اور قانون اُس کی فطرت ہے +

ریاضت ؟ سہولت ؟

لوگ نئی تہذیب پر موہت ہیں - دیا نند نے پُرانی تہذیب
کو آواز دی - آ! وہ پہاڑوں سے نکلی اور ریاضت بن گئی -
زمانے نے سہل انگاری کو تہذیب سمجھا تھا - اُس نے جفاکشی کا معراج پیش کیا - کہا جنگل
میں اصلی مہذب رہتے ہیں - پہاڑ وحشیوں کا مسکن نہیں حقیقی مہذبوں کی گپھا ہے - افریقہ
کے صحرا میں مردم خور ہیں - تو شہروں کی منڈیوں میں بھی مردم کش ہیں - جنگلوں میں غلام نہیں
بکتے - پیٹ دے کر انسانیت کو رخصت کرنا شہروں کا رواج ہے - بنوں کا نہیں کسی کے
ہاتھ سے جوتا پہننا جہاں اپنی مشقت کی انسانیت کو جواب دیتا ہے - وہاں اوروں کی خود
داری کی انسانیت کو جوتا مارتا ہے +

روزانہ ضروریات کیلئے محتاج لنگڑے ہوں - لولے ہوں - صحیح و سالم کیوں محتاج ہوں ؟ +

صادق! دیکھ گھوڑا ہنہناتا ہے - سائیس موجود نہیں - اسے پانی کون پلائے ؟ آقا
نوکر کو آواز دیتا ہے - نوکر موجود نہیں - اسے پانی کون پلائے - سائیس بالٹی لائے تو گھوڑے کی پیاس بجھے
نوکر گلاس پیش کرے تو آقا کی پیاس مٹے - جو انسانیت کہاں ہے ؟ بنوں میں ؟ شہروں میں ؟ بنوں
شہروں پہ کیا موقوف ہے ؟ جہاں ریاضت نہیں مشقت نہیں - وہاں انسانیت نہیں -

سوامی راماؤں کا راج تھا - رانا سے اودے پور آتے ہیں - اور فرش پر بیٹھتے ہیں کہ
گرو کے آگے چیلے کا آسن زمین ہے - گرو کی سادگی دیکھ! سیر سے واپس آ رہے ہیں
گاڑیبان کی گاڑی کیچڑ میں دھنس گئی ہے - نکالے نہیں نکلتی - میرا کندن جیسا سوامی
کیچڑ میں اترتا ہے - بیلوں کو کھول کر خود گاڑی کھینچتا ہے - اس تہذیب کے قربان!
اس انسانیت کے قربان! سرورِ مخلوقات نے مخلوقات کے ستانے میں اپنی سروری

سمجھی تھی۔ میرے انسان سوامی نے کہا۔ نہیں! سروری کا فرض حفاظت ہے +

ملکی تدبیروں میں مدبّروں کا گورو۔ مجلسی آئین میں مجلسوں کا پیشوا۔ صنعت میں اہل صنعت کا رہنما۔ منفعت اور جبریہ تعلیم میں کھلے کا پیشرو کون تھا؟ وہی انسانیت کا نغمہ جسے دیانند کہتے ہیں +

جسم؟ روح؟ کوئی جسم سکھاتا تھا۔ کوئی جسم جلاتا تھا۔ جسم کا گھٹانا۔ روح کا بڑھانا خیال کیا جاتا تھا۔ اُدھر کوئی کوئی حواس ہی کو روح بتا رہا تھا۔ جسمانی لذّات کو روحانی سرور کا مترادف بتلا رہا تھا۔ ایک طرف فلسفہ طرب تھا تو دوسری طرف فلسفہ ماتم۔ پہلے کو پڑھا مدہوش ہو گئے۔ دوسرے کا مطالعہ کیا آنسو بہا دیئے حلاوت بڑھتے بڑھتے تلخ ہو گئی۔ درد حد سے گذرا۔ دوا بن گیا۔ حلاوت کا طالب حلاوت سے محروم رہا۔ درد کا خوگر درد سے۔ طمانیت نہ یاں تھی۔ نہ واں تھی +

انسانیت کی رباب ہلی۔ اس پر مضراب پڑا۔ تان اُٹھی۔ روح کا جسم جوشن ہے حواس ہتھیار ہیں۔ ان کے بغیر نہ دشمنوں سے جنگ ہو سکتی ہے۔ نہ شخصیت کی حفاظت جسمانی نزاکت۔ روحانی لطافت نہیں گھٹانے کا نام کیوں لو۔ دونوں کو بڑھاؤ۔ چشم باطن چشم ظاہر کے بغیر نہیں کھلتی۔ عالم کی علامت چشمہ نہیں۔ سوکھی ہڈیوں سے ریاضت کیا ہو گی؟ میرے سوامی نے ایک ہاتھ سے بجلی کو روکا۔ دوسرے سے دل کو۔ پہلوان اس کے بازو کو نہ گرا سکے۔ طوائف اس کے دل کو نہ گرا سکی +

فرد؟ مجلس؟ کہ دنیا سے منہ موڑتے۔ ایشور سے رشتہ جوڑتے۔ گویا ایشور دنیا سے دور ہے! کٹی میں بند ہے۔ شہر میں نہیں۔ فردی رکھا ہے۔ پروردی نہیں۔ سوامی نے دریا کے کنارے سے دل ہٹایا۔ پہاڑوں کی غاروں سے آسن اٹھایا۔ کہ یہاں ترنگیں ہیں۔ صرصر ہے۔ دل کی توجہ قائم نہیں رہتی۔ دل کو دل کی کٹی میں قائم کیا۔ کہ نہ غیر ہو گا۔ نہ یکسوئی مٹیگی۔ خوب مراقبے ہوئے۔ آتما نے آتما

کو دیکھا آنند ہوا۔ شانتی ہوئی۔ مگر پرماتما کے پورے درشن نہ ہوئے +
شہروں سے شور اٹھا۔ ادھر آ۔ کھیتوں سے آواز آئی۔ یہیں دیکھ۔ یہاں پرماتما
ہے۔ تاجروں کی تجارت۔ کسان کی زراعت۔ راجوں کا راج۔ فقیروں کا فقر کس کی بدولت
ہیں؟ آرام کرنے والے پرماتما کو دیکھا ہے۔ لو کام کرنے والے پرماتما کو دیکھ۔ فارغ کے
درشن کئے ہیں۔ مشغول کے کر۔ چپ چاپ سمادھی لگائی ہے۔ تو شور کی سمادھی لگا۔
ہنگامے میں مراقبہ ہے۔ شورش میں یکسوئی ہے +
انسانی سماج کے دس اصول ہوئے پانچ فردیت کے۔ پانچ مجلسیت کے +

مجبور؟ مختار؟

ایک پہیلی تھی۔ کوئی نہ بجھاتا تھا۔ ایک بجھارت تھی۔ کسی کو
سمجھ نہ آتی تھی۔ بغیر گھوڑے کے گاڑیاں چلتی تھیں۔ سمندر
شاہراہ بن گئے تھے۔ ہوائیں اڑتے تھے۔ آوازیں دوڑتی تھیں۔ دیوار کے پار کی
چیز قندھار کے پار تھی۔ نظر پہاڑوں کو چیر گئی تھی۔ سب کہتے تھے۔ انسان مختار ہے
قدرت باندی ہے۔ انسان آقا +
مگر پھوڑا نکلا اور اچھا نہ ہوا۔ گھاٹا پڑا اور پورا نہ ہو سکا۔ موت آئی اور ٹالے
نہ ٹلی محنت کی۔ ناکامی رہی۔ جھٹ کہا مجبور ہے۔ تقدیر یاد آئی۔ نکمے ہو بیٹھے۔ تدبیر
سوجھی۔ خون پانی ایک کیا۔ زندگی متضادوں کا مجموعہ ہو گئی +
انسانیت کا معمہ انسانیت نے حل کیا۔ کہا فعل میں مختار ہے۔ جزا میں مجبور۔
قادر مطلق کی قدرت کا ضابطہ ہے۔ اس کے پابند ہم بھی ہیں۔ قادر بھی۔ دونوں
ابتدا و انتہا سے خارج ہیں۔ نیکی کی ہدایت پرماتما کرتے ہیں۔ مگر کرنے کا بوجھ ہم پر
ہے۔ عمل روح کا خاصہ ہے۔ برائی بھلائی کی تمیز پرماتما سے ملتی ہے۔ پسند ہماری
ہے۔ برائی بھی اس کے پلے مڑھنا اور بھلائی بھی قادر مطلق کی شان بڑھانا نہیں۔ برائی
بھلائی ہمیشہ تھیں۔ کیونکہ روح ہمیشہ تھا۔ روح کی ابتدا ہو تو پرماتما اس سے پہلے

ٹھیرا۔ بُرائی کہاں سے آئی۔ انسان کا اختیار انلی ہے۔ جیسے اُس کی مجبوری انلی ہے
کرتا اپنی مرضی سے ہے مگر پھل پانے میں اُسکی مرضی دریافت نہیں کرتے۔ اِس
زندگی کی مصیبتیں اس سے پہلی زندگی کے اعمال کا اجر ہیں۔ جو ہم نے بویا ہے۔ اُس
کا فصل خواہ مخواہ کاٹنا ہوگا۔ موجودہ مُصیبت کی طمانیت سے برداشت اور آئندہ
کے لئے نیک اعمال کی کاشت یہ انسان کی مجبوری اور مختاری دونو ہیں۔ دونو میں
شجاعت ہے۔ اور دونو میں انسانیت ٭

تناسخ کا مسئلہ کاہل نہیں بناتا۔ مایوسی نہیں پیدا کرتا۔ استقلال سکھاتا اور مردانگی
بخشتا ہے۔ تقدیر کے آگے ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جانا۔ اور تدبیر کے پاؤں میں زنجیر ڈال دینا
انسانی نغمے کے خلاف تھا۔ اُس نے مجبوری اور مختاری کو زیر و بم کیا اور راگ کی سُر ملا دی ٭

سرگم

(۱) دیانند پرماتما نہ تھا۔ یہ نیچی سُر تھی ٭ دیانند پرماتما کا نائب تھا جیسے ہم ہیں۔ یہ اونچی سُر تھی
(۲) دیانند کمال نہ تھا۔ ″ ″ ″ ٭ دیانند کمال کی کوشش تھا ″ ″
(۳) دیانند نے برہمن کو انسان کہا ″ ″ ٭ دیانند نے شودر کو برہمن بنایا ″ ″
(۴) ″ ″ مرد کو مرد کہا یہ ″ ″ ٭ ″ نے عورت کو مرد کی ماں بنایا ″ ″
(۵) ″ ″ دنیا کو تہذیب کہا یہ کرخت ″ ″ ٭ ″ جسم کو آتما کا جوش کہا یہ ملائم
(۶) ″ فرد ہوا۔ یہ پتلی ″ ″ ٭ ″ مجلس بن گیا۔ یہ موٹی سُر تھی
(۷) ″ جزا میں مجبور رہا یہ مدھم ″ ٭ ″ فعل میں مختار رہا یہ بلند ″ ″

نغمہ کیا تھا۔ پوری سرگم تھی۔ دیانند نے یہ نغمہ سنا گایا اور خود نغمہ بن گیا ٭
ہم فن موسیقی کے ماہر نہیں اس لئے پورا تال نہیں سمجھے۔ ماہر آئیں اور
نغمے کو پہچانیں اور اپنی سمجھ کے مطابق داد دیں ٭

چمپت رائے

نہیں لائق شاں کوئی اور تحفہ — مدحیت کی دو چار لڑیاں پرو لا

بہت تیرے حصے رہی رو سیاہی

سیاہی تیری آج ہو روشنائی

دیانند کا نام آیا زباں پر — ہوا لطف گویائی کیا کیا نچھاور

حلاوت تھی حرفوں میں امرت سے بڑھ کر — مزا چوسا ہونٹوں نے لذت سے چھک کر

کہا دل نے یہ چاشنی مجھ کو دینا

عقیدت نے ٹوکا۔ ذرا سوچ لینا

۱۔ تعریف۔ ۲۔ قلم سیاہی سے لکھتا ہے۔ اس لئے قدرتاً اس کا منہ سیاہ ہوتا ہے۔ ۳۔ مگر سیاہی کا دوسرا نام روشنائی ہے۔ سوامی جی کے پاک اذکار سے اس کی روسیاہی مٹ جائیگی اور سیاہی درحقیقت روشنائی ہو جائیگی۔

۴۔ یہ سوچ کر کہ کہیں ذوقِ عقیدت میں پڑ کر سوامی جی کو اوتار یا پیغمبر نہ بنا دیں۔ حالات نند بہت دلچسپ ہیں۔ اخلاق اعلیٰ ہے۔ اطوار دل لبھانے ہیں۔ بات بات میں محبت ہے۔ قدم قدم پر رحم اور ایثار ہے۔ صداقت کا پتلا ہے۔ ہمت کا مجسمہ ہے۔ کوئی خوبی نہیں۔ جو سوامی میں نہ ہو۔ اور جو ہے وہ انتہائی درجہ کی ہے۔ خواہ مخواہ جی چاہتا ہے۔ کہ اس کے قدموں میں جا پڑو۔ اور ایسے انسان نہیں فرشتہ مانو۔ بڑے آدمیوں کی تعلیم میں احتیاط لازم ہوتی ہے۔ کہ کہیں ان کا درجہ انسانیت سے بالا نہ ہو جائے۔ آریہ سماج میں سوامی کو پرماتما کا اوتار نہیں تو ایسی آتما تو کہنے ہی لگ پڑے ہیں۔ جو جنم سے پہلے نجات کی حالت میں تھی۔ ہماری فلاح کے لئے زمین پر آئی۔ حالانکہ سوامی کی تعلیمیں ایسے دعووں کے سراسر خلاف ہے۔ رشی اپنے آپ کو انسان کہتا ہے۔ اور اس کا دعوےٰ تھا۔ کہ اور انسان بھی چاہیں۔ تو مجھ جیسے ہو سکتے ہیں۔ پرماتما ان پر رحمت برساتے ہیں۔ جو خود ہمت کریں۔

۱- وید والے کا جنم

مورؤی علاقہ گجرات — سمت ۱۸۸۱ بکرمی

ہے گجرات میں موروی نام نگری — ہے پاس اسکے بہتی مچھو کا ندی
تھا مدت سے قائم وہاں راج دیسی — مہاراج کی تھی وہیں راجدھانی
جمعدار تھے امبا شنکر وہاں کے
وصول اس علاقہ کا محصول کرتے

زمینیں وسیع ان کی رقبے تھے آباد — تھے ممتاز سرکار آبا و اجداد
شریفان کے ہمدم شریف ان کی اولاد — خوشی کے تھے ساماں خوشی کی تھی بنیاد
اودیچ ان کی تھی ذات اعلےٰ برہمن
سدا سام وید ان کے گھر میں نوازن

مہادیو بھولے کے سچے بھگت تھے — سدا تازہ جل پنڈ پر تھے چڑھاتے
عقیدت کے رسخ عبادت کے پکے — کبھی ناغہ پڑتا نہ پوجن میں انکے

۱- ہندوستان کے مغرب میں جزیرہ نما ہے اسے کاٹھیاواڑ بھی کہتے ہیں۔ ۲- دارالخلافہ ۳- سوامی جی لکھتے ہیں۔ کہ وہاں کی جمعداری کا عہدہ یہاں کی تحصیلداری کے مقابل ہے ۴- محصول میں مصروف۔ اودیچ برہمن سام ویدی ہوتے ہیں۔ اُن کے گھر میں وید گایا جاتا تھا شاعر نے اس بات کو اس طرح ظاہر کیا کہ گویا سام وید نغمے نکالتا تھا۔ ۵- ہندو تثلیث کا تیسرا دیوتا جو پہلے کرتا ہے۔ بھنگ پیتا اور مست رہتا ہے۔ اس لئے اس کو بھولا کہتے ہیں۔ ۶- معتقد۔ ۷- بت۔ شو کا بت پتھر کا لمبوترا سا گول ہوتا ہے ۸- پکے۔ ۹- پرستش۔

رہی دھرم میں اُن کو اپنوں میں سبقت
دَھنی عَزم کا جانتی تھی رعیت

زمانے میں تب دہرم کا حال کیا تھا ادھرم اچھا تھا دھرم اُس سے بُرا تھا
کوئی دھیان میں اپنے پرماتما تھا کوئی وہم کی زد میں بھٹکا خدا تھا
خدا کو نہ تھی کچھ سمجھتی خُدائی۔
تھا بندوں کو خود دعویٰ کبریائی۔

نہ تھا ایک پتھر کا بُت معبدوں میں کہیں جل کہیں تھل تھا شامل بُتوں میں
کوئی ایسی صورت نہ تھی صورتوں میں جسے سجدہ کرتے نہ جاہل گھروں میں
سمجھ پر تھا پردہ پڑا آدمی کی۔
تھی یاں خوف واں وہم کی بُت پرستی

تھا عیسیٰ کے بچنوں کو عیسائی بھولا دس احکام موسیٰ کے موسائی بھولا
برہمن تھا ویدوں کی یکتائی بھولا تھا وحدت کا گُر مسلماں بھائی بھولا

۱- ویدانتیوں کا عقیدہ ہے کہ ہم برہم یعنی خود خدا ہیں۔ بھرم یعنی وہم میں پڑ کر انسانی یا حیوانی صورت میں آتے ہیں۔ شائد صوفیوں کا عقیدہ اس سے ملتا ہے۔
۲- ہندوؤں نے عبادت کو مخول بنا رکھا ہے۔ دوکاندار دوکان پہ آتے تو آتے سجدہ کرتے۔ قلم اور بہی کو سجدہ کر کے پھر حساب لکھے۔ دریا۔ پیپل۔ جنڈ۔ سورج۔ چاند۔ گئو۔ گھوڑا سب کو معبود جانا ہے۔ ۳- کہیں سجدہ نہ کرنے سے نحوست آنے کا ڈر ہے۔ کہیں وہم ہے کہ یہی خدا نہ ہو۔ اس لمحہ لمحہ کی سجدہ گری نے طبیعتوں کو ایسا ذلیل کر دیا ہے کہ خودداری اور غیرت نام کو باقی نہیں رہی ۔

کہیں آدمی مثلِ رحمان پوجے
کہیں قبر میں سوئے انسان پوجے

تھے لڑکی کا اپنی چڑھاوا چڑھاتے　　چھری بید دھڑک بے زبان پر اٹھاتے
بہانے سے دیوی کے تھے ظلم ڈھاتے　　خدا کے لئے مار کر آپ کھاتے

رہی جب نہ عقل آدمی کی ٹھکانے
گئے بن جہالت کے لاکھوں بہانے

رہ ورسم باقی نہ تھی آریوں کی۔　　یہ قوم اپنا نام بھی کھو چکی تھی۔
سبھی اس کو سمجھے تھے جنگل کا وحشی　　یہ ملت تھی گہوارہ بد مذہبی کی

نہ تھا وید کا تار پکا جنیو
بندھی پھرتے تھے کچے دھاگے سے ہندو

اڑائی تھی تہذیب نے جن کی چٹیا　　انہیں سر منڈاتے تھا اولوں سے پالا
انہیں جس طرف جس نے چاہا گھسیٹا　　کوئی گر نہ تھا جس پہ ہندو ٹھہرتا

کروڑوں تھے ان میں اچھوت اپنے بھائی

۱- پرانی کتب میں ہندوؤں کا نام آریہ ہے۔ جس کے معنی ہیں۔ نیک۔ اعلیٰ۔ لفظ ہندو پرانی تاریخ میں کہیں نہیں ملتا۔ یہ لفظ سنسکرت کا بھی نہیں ہے۔ ۲- بیگورہ۔ ۳- چوٹی۔ ۴- سناتن دھرمیوں سے پوچھو تمہارا کوئی اصول بھی ہے۔ نہیں بتا سکتے۔ افسران مردم شماری کو ہندو لفظ کی تعریف کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ ۵- مردم شماری ۱۹۱۱ء کے مطابق اچھوتوں کی تعداد چھ کروڑ کے قریب ہے۔ ان کے چھونے سے ہندو اپنے آپ کو ناپاک مانتے ہیں +

یہ کہتے تھے ماؤں کو پاؤں کی جوتی

گزر جب گئی حد سے اپنی ضلالت — بھٹکانا ہوا خلق کا قعرِ ذلت
ہوئی اپنی حالت یہ غیروں کو رقت — صدا اٹھی ہر سو برس ابرِ رحمت

ثوابت کو سکتہ سیاروں کو چکر
زمین و زماں پر نہ تھا چین دم بھر

فرشتوں میں سرگوشیاں ہو رہی تھیں — ستاروں کی آنکھیں زمیں پر لگی تھیں
فلک پر سدا بجلیاں کوندتی تھیں — نہ پڑتی تھی کل، منتظر فیض کی تھیں

وہ اٹھی گھری - ہند پر برسی بدلی
بھری مول شنکر نے ماتا کی جھولی

سر آنکھوں پہ لیں سب نے وہ اچھی گھڑیاں — سعادت نثار ان پہ اور یُمن قرباں
ہویدا تھے کیا کیا مسرت کے ساماں — منائیں سب آفاق نے مل کے خوشیاں

بجے اسپا شنکر کے گھر شادیانے
جلائے دیئے گھی کے ارض و سما نے

۱۔ پوسانگوں میں عورت کی بہت ہی ذلت ہے۔ ۲۔ گمراہی۔ ۳۔ ذلت کی گہری تھاہ۔ ۴۔ رحم۔ ہمدردی۔ ۵۔ شاعرانہ تصرف سے تشدید آزادی ہے۔ مخفف پڑھو ثوابت یعنی بے حرکت ستارے قدرتاً ساکن ہیں۔ سیارے گردش میں ہیں۔ شاعر قوم کی ذلت کی وجہ سے اول الذکر کو سکتے اور آخر الذکر کو چکر میں بتاتا ہے۔
۶۔ برکت۔ ۷۔ زمانہ۔ دنیا۔ ۸۔ زمین و آسماں۔

اُٹھا شورِ جے کار کا ہر طرف سے — ہُوا ساز تیوہار کا ہر طرف سے
تھا غُل وید پرچار کا ہر طرف سے — تھا نعرہ نمسکار کا ہر طرف سے
وہ آیا زمیں پر رِشی وید والا
دیانند سوامی اترا بول بالا۔

سوردی ۲- شیوراتری سمت ۱۸۹۴ بکرمی

جو چودہ برس کا ہوا مُول کا سِن۔ — سکھایا گیا اُن کو شِو جی کا پُوجن۔
وہ شِو جس کا کیلاس پر ہے نشیمن — سدا جس کی رہتی ہر دیوتوں سے اَن بن
بنا کر جو لِنگ اُس کا یاں پُوجتے ہیں
سدھر لوک پر لوک اُن کے گئے ہیں
خیال اَمبا شنکر کو دن رات یہ تھا — بھگت مول شنکر ہو شنکر کا سچّا
ہمیشہ کرے شِو کی تن من سے پُوجا — چڑھایا کرے اُس پہ جل بے محابا۔

۱- جے جے یعنی فتح ہوئی فتح ہوئی۔ خوشی کے موقعہ پر یہ لفظ کہا جاتا ہے۔ ۲- ویدوں کی اشاعت یہی رِشی کی بڑی عظمت ہے۔ ۳- رِشی کے آنے سے پہلے لوگوں نے ویدوں کو بھلا دیا تھا۔ سوامی نے پھر ثابت کیا کہ ویدوں میں پرماتما کا گیان ہے۔ یہی پستک سچ کا مخزن اور منبع ہیں +
۴- مہادیو کے نام رِشو، شنکر، شمبھو اور بھولا وغیرہ ہیں۔
۵- پورانوں کی روایت کے مطابق شِو کے رہنے کا مقام کیلاس پربت میں ہے +
۶- بشو دیوتاؤں کو مارتے ہیں۔ ۷- بُت۔ دیکھو صفحہ ۲۰ نوٹ ۷

کبھی اُس کو سناتے شِو کی کتھائیں
سناتے کبھی گھر پہ شمبھو کی باتیں

ہمالہ خُسر ہے کبھی کہتے اُس کا ¹ اُما نے اُسے سو ریاضت سے پایا
جٹاؤں میں اُسکی سمائی جو گنگا ² پتہ اُس کا برسوں نہ عالم کو سُوجھا

کئی دیوت دھرتی پہ اُس نے اُٹھائے
ہوا کام ³ آگے تو بھونا نظر سے

تم اے مُول مٹی کا اک پنڈ گھڑ کر چڑھایا کرو روز تازہ جل اُس پر
جو شِو مہرباں ہو تو پھر کس کا ہے ڈر نہیں دیوتا کوئی شمبھو کا ہمسر

سنائیں یہ اَنجان بچے کو باتیں
گئیں دل میں کر مُول کے گھر یہ گھاتیں

اس اثنا میں ات آئی شوراتری کی ⁴ جو راتوں میں مشہور ہے کُھپ اندھیری
یہی رات راتوں میں ہے شو کی پیاری برت رکھتے ہیں اس میں شِو کی پجاری

ا۔ پُرانوں کی روایت کے مطابق کوہ ہمالیہ کی لڑکی پاربتی سے شِوجی کی شادی ہوئی تھی + ۲۔ اُما پاربتی کا دوسرا نام ہے۔ اُسے خاوند بڑی تپسیا سے ملا تھا۔ ۳۔ بالون کیا بھاگیرتھی کی دُعا سے جب گنگا آسمان سے اُتری۔ تو اُسے شِو نے اپنے سر پہ روکا۔ گنگا کے غرور کرنے پہ شِو نے اُسے اپنی جٹاؤں میں چھپائے رکھا۔ ۳۔ کام دیو یعنی شہوت کا دیوتا۔ اُس نے شِو کو موہت کرنا چاہا تھا۔ شِو کے ماتھے پہ ایک اور آنکھ ہے۔ اُس سے ایک شعلہ نکلا اور کام دیو بھسم ہو کر رہ گیا۔
۵۔ یہ رات پھاگن مہینے کے اندھیرے پکھوارے کی چودھویں رات ہوتی ہے۔ مگر گجرات میں ماگھ مہینے میں یہ رات منائی جاتی ہے۔ شِو کے پجاری یہ رات کن اشغال میں گزارتے ہیں۔ اس کا مفصل بیان نظم میں کیا گیا ہے۔ آریہ سماجی اسی دن اس خیال سے کہ اس میں رشی کو پہلی مرتبہ حقیقت کا علم ہوا تھا اُسے وِشیش بودھ اُتسو مناتے ہیں +

کہا مُول سے باپ نے آج بیٹا!
گنواؤ نہ یہ وقت ہے رت جگے کا

رُکاوٹ ہوئی ممتا ماں کی لیکن — کہا مُول کے دُودھ پیتے کے ہیں دن
بھلا رتجگا کب ہے بچوں سے ممکن — ہے خوش بھولے بالوں سے بھولا برن بن

یہ تکرار ماں باپ میں ہو رہا تھا
کہا مُول نے ہیں اُپاسک ہوں شو کا

سرِ شام مندر میں آئے پُجاری۔ — گئے ساتھ آبا کے ساتھ مُول جی بھی
شوالے کی سج دھج تھی اُس رات انوکھی — کبھی مُول نے ایسی رنگت نہ دیکھی

کوئی آکے باہر سے گھنٹہ ہلاتا۔
کوئی شو پہ پھولوں کی مالا چڑھاتا۔

زمیں پر کوئی ہاتھ جوڑے پڑا ہے — کوئی شو کے آگے دو زانو کھڑا ہے
کوئی میٹھے میٹھے بھجن گا رہا ہے — نشے میں کوئی بھنگ کے جھومتا ہے

غرض آدھی رات ان جھکولوں میں گذری
شوالے میں تب نیند بھینٹ اپنی لائی

۱۔ ساری رات جاگنے کا۔ ۲۔ مہادیو شو جی۔ ۳۔ عبادت کرنیوالا۔ یعنی برت رکھنے پر آمادہ ہو گئے۔ ۴۔ شو کے پُجاری بھنگ کو متبرک بُوٹی سمجھتے ہیں۔ شو راتری کے دن بھنگ۔ افیم۔ پوست۔ آک پھول وغیرہ جو پانچ چیزیں۔ اکٹھی گھوٹ کر استعمال کرتے ہیں۔ وہ اسے پنج تول کہتے ہیں۔

کوئی جا کے مندر کے آنگن میں سویا　　کوئی بل سے بُوٹی کے بیلاس پہنچا
کوئی بھنگ کے رنگ میں اونگھ لیتا　　کوئی شو کے چرنوں میں جو پڑا تھا

غرض شو کی دھن میں گئے سو پجاری
رہا رت جگا صرف سپنوں کا جاری

ادھر رات سنسان اُدھر سونا مندر　　نہ پتّے کا کھڑکا نہ آوازِ صرصر
خموشی تھی چھائی ہوئی باہر اندر　　نگہ ٹک گئی مُول کی خوب شو پر

پہر بھر میں کٹنے کو تھی رات کالی
جو نیند آئی پانی کے چھینٹوں سے ٹالی

صدا ایک جانب سے کھٹ کھٹ کی آئی　　جو دیکھیں تو ہے گنپتی کی سواری۔
وہی رنگ بھورا وہی تھوتھنی کالی　　نہ ہاتھوں میں دیپک نہ ڈنڈوت پھیری

بہت قرب پر گنپتی کے تھا بھولا۔
لپک کر گیا شو کے چرنوں میں چوہا

لگا بے خطر بھوگ کو منہ لگانے　　مہادیو کی سب مٹھائی اُڑانے
کیا پھر جو مجبور بھونڈی ادانے　　اُٹھا پاؤں سے جا پچھاڑا سرہانے

۱۔گنیش جی۔ یہ شو کے بیٹے ہیں۔ ان کا سر ہاتھی کا ہے۔ اور باقی سارا جسم انسان کا۔ اُن کی سواری چوہا ہے۔ ۲۔ دیا۔ ۳۔ پرنام۔ جھکنا۔ ۴۔ بُت کے گرد چکر لگانا۔ ۵۔ اُن کے بیٹے کی سواری ہونے کی وجہ سے چوہا ایک ایک شو کے نزدیک پہنچا۔ اور آرتی و پھیری کی ضرورت نہ تھی

چڑھا بن ڈھلے پاؤں سے شو کے اُوپر

یہ دِل شو کا تقابل نہ آیا جبیں پر

نہ جھنکار سے جھانجھ کی شو تھا ریجھا — نہ میٹھی سُروں پر بسیجا ال اُس کا

کلیجہ ہوا اُس کا کیا جل سے ٹھنڈا — مشام اُس کا خوشبو سے مہکا نہ مہکا

یہ کیا بھولا پن ہے چڑھے سر پہ چوہا

مہادیو کا اِس سے شکے نہ ماتھا

کہا کیا یہی شو ہے ترشول دہاری[1] — اِسی کو ہے کہتا جہاں اندھکاری[2]

اِسی سے ہیں ڈرتے ڈرانے پجاری — انہی کو ہے کیا پُوجتی خلق ساری

ہے ذلّت بڑی اِس قدر خوار ہونا

ہے لازم خدا کو بھی خود دار ہونا

پڑے بیخود آبا تھے اُن کو جگایا — کہا مَیں اُپاسک نہیں ایسے شو کا

گئے گھر۔ کہا ماجرا ماں سے سارا — برت توڑ کر سو گئے بے تحاشا

غزق اور سب بھنگ کے تھے نشے میں

فقط مُوش بیدار تھا رت جگے میں

۱۔ شوجی کا ہتھیار ترشول ہے۔ یہ ایک قسم کی برچھی ہے۔ جس میں تین نوکیں ہوتی ہیں ✦ ۲۔ اندھک ایک دیت تھا۔ جس کے مارنے سے شوجی اندھکاری یا اندھک کے دشمن کہلائے ✦

بقا بدھؐ کو دی کسی کی فنا سے — ہمیشہ یہاں ہوتے آئے بہانے

نہاں راز تھا سیر میں کون جانے — جِلایا کسی کو کسی کی قضا نے

غلط ہے کہ دُنیا ہے مرنے کی بستی

یہ جینے کی ہے کام کرنے کی بستی

نہ گھبراؤ ہو جس میں وہ کیا سفر ہے — کڑی ہے وہ منزل کٹھن رہگذر ہے

مُسافر پسینے سے یاں تر بتر ہے — وہاں پیاؔ ورن کربلا کا حشر ہے

مُسافر کا کرتی ہے دم تازہ منزل

اجل سے ہیں پھر ہوتے جینے کے قابل

نہ تھی مُول نے آج تک موت دیکھی — خبر کیا اُسے حد ہے اس زندگی کی

کوئی دن کے ہیں یاں سبھی سنگی ساتھی — نہ ہے باپ رہنا نہ یاں ماں ہی رہنی

سماں سب یہ ہے ایک دن آنیوالا

یہ ہے باغ کا باغ مُرجھانے والا

سمت ۱۸۹۶ بکرمی۔

برس کوئی دو مُول کو اور گذرے — ہوئے عمر کے سال جب سولہ پُورے

گئے تاج میں سانٹر اِک دن تپا کے — مہیا تھے واں عیش کے ساز سارے

۱- مہاتما بدھ راجہ کے لڑکے تھے۔ روز سیر کو جاتے تھے۔ مختلف نظارے دیکھنے کے بعد ایک لاش کو دیکھا تب سے عبرت ہوئی اور گھر چھوڑ کر جنگلوں میں رہنے لگے۔ ریاضتوں کے بعد علم حق نصیب ہوا اور بدھ مذہب کی بنیاد ڈالی۔ ۲- زندگی بخشی۔ ۳- پانی کی سبیل۔ ۴- وہ میدان جہاں حسن و حسین پانی کو ترستے مر گئے تھے۔

تماشائی بیٹھے تھے مصروفِ عشرت
کسیلی نہ تھی بزم کی کوئی لذت

نظر آئی شکل ایک پیغامبر کی۔ وہ قاصد نہ تھا۔ تھا کوئی آلہ برقی
کوئی کان میں اُنکے بات ایسی پھونکی گئے سیدھے گھر رہ گئی بزم پھیکی۔

اُٹھا مُول بھی باپ کے ساتھ بھاگا
کہ ماں جائی نے اُسکی ہیضہ کیا تھا

سرہانے کھڑا تھی کے ڈاکٹر ہے کمر بستہ خدمت میں سب گھر کا گھر ہے
کوئی داہتا پاؤں اور کوئی سر تھے مگر آہ ہونی کی کس کو خبر ہے

جو بلبل نے دیکھی نہ گلچیں نے سونگھی
ننھے سے کلی بن کھلے آہ! لوٹی

چچا چیخنے وال بہن ماں تھی روتی۔ وہ گھر کیا تھا ماتم کی تھی ایک بستی
ادھر باپ کو غش پہ غش آرہی تھی اُدھر کوٹتی چھاتی تھی جلنے والی

مگر مُول سُنکر کہ ساکت کھڑا تھا۔
نہ ایک آنکھ سے اُس کی آنسو تھا ٹپکا

کہا ماں نے پتھر کا دل مُول کا ہے کہا باپ نے دِل کہاں۔ لوتھڑا ہے

۱۔ کڑوی۔ ۲۔ قاصد۔ ۳۔ بہن۔ ۴۔ بے حرکت۔

نہ چھاتی میں دل خوں دل میں دیا ہے　　نہیں بھیگنے کا یہ چکنا گھڑا ہے

کسی کو خبر کیا کہ دل چور ہیں یاں
چھلکتے نہیں کیونکہ بھرپور ہیں یاں

سمت ۱۸۹۶
گزرتی ہی جب عمر سب ہم زدن میں　　برس تین کیا تھے ہوئیں تین پلکیں
گئے دن گذر کرتے ننھی کی باتیں　　کٹیں یاد میں جاگتے اسکی راتیں

نہ تھا مول بھولا بہن کی جدائی
گھرانے میں پھر دفعتہً موت آئی

چچا جان سے مول تھا جسکو پیارا　　یکایک وہ ملکِ عدم کو سدھارا
نہ اب رہ سکا مول فرقت کا مارا　　نکالا وہ اگلا بخار اب کے سارا

وہ رویا کہ آخر گئیں سوج آنکھیں
وہ چیخا کہ گھگھی گئی بندھ گلے میں

کوئی دن خیال آیا ہے موت دشمن　　سدا اسکی رہتی ہے جیتوں سے آن بن
جہاں میں اجل زندگی کی ہے سوکن　　سہاگ اسکا سہہ لے نہیں یہ وہ ڈائن

سبھی اس کے چنگل میں ہیں جبکہ حیواں
تو کیونکر بچے اس سے بے بس ہے انساں

---

۱ ایک سانس لینے میں۔

مگر پھر یہ رہ رہ کے اُٹھتیں ترنگیں۔ وہ جُھنڈ دل میں جو ڈر کے میدان سے بھاگیں

جو دشمن قوی ہو تو کیا پیٹھ کر دیں؟ ہے مردی تو یہ اپنا دل[2] بل بڑھائیں

کرینگے ہم اب یوگ کی مشق بن میں۔

پچھاڑینگے پھر موت کو دم زدن میں

کسی طرح یہ بات باباکو پہنچی نہیں مُشک کی بو چھپائے سے چھپتی

کہا مول شنکر گیا بن جو جوگی۔ بھبھوت اسکی منہ میرا کالا کریگی

مگر اب یہ رکتا نہیں روکنے سے

کرو عشق کے اسپہ مضبوط ڈورے

ہے بھنورے کا پنجرہ کنول کی حلاوت قفس اور بلبل پہ کیا؟ گل کی صورت

جوانی کی زنجیر ہے طوق اُلفت حسین بیوی سے اسکو دیدیجیے عزت

مہیا لگے کرنے سامان شادی

اجازت نہ دی تا پڑھے جا کے کاشی

وہیں پاس گاؤں میں پنڈت تھا رہتا ہوا مول لاچار شاگرد اُس کا۔

ادھر وہ لگن شبھ قریب آن پہنچا مُکٹ جس میں تھا مول کے سر پہ دھرنا

۱۔ لشکر ۔ ۲۔ طاقت ۔ ۳۔ راکھ جو جوگی جسم پر ملتے ہیں ۔ ۴۔ بھنورا ایک پنکھی ہے ۔ جو کنول کا مشتاق ہے جیسے بلبل پھول کا ۔ یہ اسکی لذت میں اتنا مست ہوتا ہے ۔ کہ دن رات اسی میں بیٹھا رہتا ہے شام کو کنول کا منہ بند ہو جاتا ہے ۔ یہ بیچارہ ساری رات اس میں قید رہتا ہے ۔ ۵۔ تاج ۔ شادی کے وقت ہندو مکٹ پہنتے ہیں ۔

وہ دُلہا کو سہرا بندھا چاہتا ہے

وہ ڈورے میں پنچھی پھنسا چاہتا ہے

اِدھر آسیا شنکر ننھا پھولا خوشی میں
ادھر کھی اُدھر چہل تھی موروی میں

تھیں کیا نوبتیں بج رہی ہر گلی میں
نظر ڈالنا مول کے کوئی جی میں

براتی تھے کرتے چلو کی تیاری

ہوا نیم شب[1] مول شنکر فراری

کہ دیکھیں ہو کتنی بھی دُنیا کی الجھن
کرے پیروی کب تلک گھر کا آنگن

ہمیں تنگ ہے ہمدمو صحن گلشن۔
چلو اب دیکھیں ذرا بن کا دامن

ہنستے امیرے گھر کی گلیو ہنستے

میری موروی کے جھروکو ہنستے

سمت ۱۹۰۳ بکرمی

قدم مول شنکر کا جب گھر سے نکلا
زمیں نے وہیں فرش نرگس بچھایا

ہوا چشم انجم[2] کو درشن کا چسکا
پھپھولا مٹا دیدۂ مہر و مہ[3] کا۔

زمانے کی آنکھوں میں گھر کرنیوالا

دیانند سوامی اتیرا بول بالا

۱۔ آدھی رات۔ ۲۔ ستاروں کی آنکھ۔ ۳۔ سورج اور چاند کی آنکھ۔ دونوں میں داغ نمایاں ہیں۔ مراد یہ ہے کہ مول شنکر کے درشن سے ان کی آنکھیں روشن ہوئیں۔

جانو دیسہنہیے ۴۔ سنیا (سمت ۱۹۰۵ بکرمی

نکلنے کو گھر سے نکل مول آیا۔ کہاں جائیں ٹھکانہ نہ سوجھا
کبھی دو قدم پہلے گھر سے نہ نکلا پھر اس پر تھا لڑکا بڑے آدمی کا
دیا چھوڑ شہراہ کو اِس طرح سے
مبادا ملیں جان پہچان والے
مہنتوں نے لوٹا اسے جا انہو دیکر پہنتے ہیں تیاگی بھی سونے کے زیور
پلنگ ریشمی دھونیاں دیں زمیں پر بیراگی کے کہنے سے لی اوڑھ چادر
تسی برہمچاری لے چیلا بنایا
لقب مول نے شدھ چیتنیہ پایا
گئے سدھ پور میں کہ میلے کے دن تھے سُنا ہیں وہاں اچھے جوگی براجے
اسی دھن میں تھے چھوڑ کر گھر کو نکلے چرن خوب و گیانی ملے آکے دھوئے
خبر باپ کو لگ گئی مول واں ہے
ہر اک سنت سادھو کی پھیری وداں ہے

۱۔ جس نے دنیا کو ترک کیا ہو۔ تارک۔ ۲۔ ایک قسم کے سنیاسی۔ ۳۔ تحصیل رہنے والا۔ ۴۔ مرتاض۔ ۵۔ پاکی۔ ۶۔ دھیانیوں یعنی عابدوں کی ٹولی۔ ۷۔ دوڑ رہا ہے +

یکایک وہ آپہنچے بجلی کی صورت — ملی ڈھونڈتے ڈھونڈتے موہنی مورت
نہ روکا گیا دل سے جوشِ طبیعت — ہویدا ہوئی آگ بن بن کے اُلفت

کہا غم میں واں گھل کے مرتی ہے میّا
ہیں یاں برہمچاری بنے پھرتے بھیّا

ڈرا عُدول اور باپ کے ساتھ آیا — لگایا کڑا باپ نے اُس پہ پہرا
مگر خوب چوکس یہ دُھن کا دھنی تھا — بچی پاسباں کی نظر اور بھاگا۔

درخت ایک بڑ کا تھا مندر کے اُوپر
رہے دم بخود اُس کی شاخوں میں دن بھر

کلس سے سرِ شام مندر کے اُترے — گئے ٹوٹ جب پاسباں واں سے سارے
بہت دیر لگے گرچہ تھے بھوکے پیاسے — نہ ٹھہرے مگر پکڑے جانے کے ڈر سے

لبِ نربدا پھر ہُوا اُن کا ڈیرا
سُنا ایک جمگھٹ ہے واں سادھوؤں کا

جہاں بیٹھا پایا کوئی پُورا دھیانی — وہیں لے لیا اُس کے چرنوں کا پانی
جو جھڑکا کسی نے نہ تحقیر مانی — کہ بنتے ہیں گیانی کی سیوا سے گیانی

تھے ویدانت کے راز جو جو نرالے

۱- توہین - ہتک - ۲ - عارف - ۳ - ویاس منی کا بنایا ہوا شاستر - اِس میں پرماتما کی ہستی [illegible]

سے لئے پڑھ وہ ست سنگیں سا دھو نکے

ابھی مُول کی تھی اُمنڈتی جوانی نہ دھیانی تھا پکّا نہ پورا تھا گیانی
خیالات کی تھی انوکھی روانی لو! بھولے نے سنیاس لینے کی ٹھانی

کہاں ہے جوروٹی پکانے کا جھگڑا
یہ سنیاس لینے سے آخر مِٹے گا۔

ہے سنیاس کیا؟ دکھ میں اور رنج کے گلنا قدم تیغ کی دھار پر دھر کے چلنا
نہ ہرگز مچلنا۔ نہ ہرگز پھسلنا پرائی چتا پر پڑے آپ جلنا

اِدھر توڑنا بندسب خانماں کے
اُدھر باپ بن جانا سارے جہاں کے

جو سنیاسی اک بار انہیں دیکھ لیتا اُمنڈتی جوانی کو شاباش کہتا
نہ سنیاس دینے کا پر نام لیتا یہی کہنا اِن سے ابھی کھیلو بیٹا!

مگر روکتا کون دُھن کے دھنی کو
کیا آخر آمادہ اِک دکھشنی کو

بقیہ صفحہ ۳۶۔ صفات اور ناموں پر بحث کی گئی ہے۔ آج کل کے ویدانتیوں نے اس کے اُلٹے سیدھے معانی گھڑ کر ہمہ اوست کا مسئلہ جاری کیا ہے۔
۱۔ انسانی زندگی کا چوتھا حصہ۔ جس میں انسان دُنیا سے فارغ ہو جاتا ہے +
۲۔ سنیاسیوں میں رسم ہے کہ کوئی سنیاسی بننا چاہے۔ تو کسی سنیاسی سے سنیاس لے +
۳۔ سنیاسیوں کا ایک فرقہ جو دکن کا رہنے والا ہے +

برت تین دن شدھ چیتن نے رکھا ۔ دیا چھائی چہرے پہ آنند برسا
گورو نے دیانند نام اُن کو بخشا ۔ ہوئے نغمہ قلب کے سب [illegible]
کیا جس نے سنیاس کا رتبہ اعلیٰ
دیانند سوامی [illegible] بول بالا

۵ - جوگی کی موج
سمت ۱۹۰۵ ـ سمت ۱۹۱۷ بکرمی تک

دیانند شہزادہ اب من کا تھا ۔ وہ مالک تھا مختار ہر دوسرا تھا
یہ راج اُسکے آگے بھلا مال کیا تھا ۔ شہنشاہ اس کی نظر میں گدا تھا
زمین آسمان اُسکے چرنوں میں خم تھے
تھے خدمت میں حاضر درندے پرندے
پہاڑوں میں اُس کا کبھی دور دورہ ۔ کبھی اُس کا تھا کوہ و میداں میں ڈیرا
کبھی سرِ صحرا کے جا گاڑا جھنڈا ۔ لبِ جو کبھی ناچ کرنوں کا دیکھا

۱- جسم - ۲- سرور - ۳- دیانند کے آنے سے پہلے جس کا دل دُنیا کے کام میں نہ لگتا جس کا جی محنت سے چرا جاتا - جو گھر کے کاروبار نہ سنبھال سکتا - جھٹ بھگوا بھیس بدل کر سنیاسی ہو جاتا - بس بیڑا پار ہو گیا - نہ آنندی آنند - بھیک مانگ کر گزارہ کیا - ساری دُنیا اُن کے آگے سر جھکاتی ہے - جو شرارت چاہیں کر لیں - بھگوا بھیس اُن کی سپر ہے - ۴- جب جوگی بے آزاری کے اصول پر قائم ہو جاتا ہے - تو ساری دُنیا اُس سے بیر چھوڑ دیتی ہے - شیر اور ریچھ خدمت کرتے ہیں +
۵- ندی کے کنارے +

کبھی سبزۂ مخملی پہ ہیں ہو لئے
سرہانا کبھی اینٹ کا سر کے نیچے

ہیں چھڑکاؤ کر جاتے گرما میں بادل | بچھا جاتی کائی[1] ہے سپنر پہ مخمل
گہر کا کبھی اوڑھے بیٹھے ہیں آنچل | تو کر رقص پانی پہ کرتو تکی جھلمل

ہیں ندیاں نیا راگ انحد[2] کا گاتی
برہ[3] کی ہیں آگ انکے من میں لگاتی

ترنگ آئی جی میں کبھی خسروانہ | ہوئے نربدا[4] کے کنارے روانہ
نکیلی چٹانوں کو پاپوش مانا | پڑا رینگ کر نیچے کانٹوں کے جانا

بہار آئی تھی لالہ و گل پہ ہر سو
گئے کھل دیانند کے تن پہ کیسو[5]

سمجھ کیا سکے کوئی جوگی کی موجیں | سفر رکھدیا برف کا سرد ہو ہیں
ہر اک سمت برفانی نالوں میں ٹانگیں | نہ تھی یہ سکت دو قدم آگے سرکیں

تھا ٹھٹھرے ہوئے جسم پر پڑتا پالا
کہر نے لحاف آن روئی کا ڈالا

۱- وہ گھاس جو گیلے پتھروں پر اگ آتا ہے۔ ۲- جوگیوں کی اصطلاح میں وہ راگ جو قدرت کے ہر شعبہ میں ہوتا ہے۔ اور کبھی بند نہیں ہوتا۔ اسے جوگی ہی سنتے ہیں۔ ۳- پیارے کا فراق۔ ۴- نربدا کے منبع کی تلاش میں یہ تکلیفیں برداشت کیں۔ ۵- زخموں کی طرف اشارہ ہے۔ جنہوں نے دیانند کے جسم کو چھلنی کر دیا تھا۔

کہیں بھوک میں یخ کا تودہ چبایا　　کہیں پاؤ بھر دودھ منہ سے لگایا
کہیں بن کے پتّوں کو بھوجن بنایا　　جو کھانا ملا بھوک کے وقت کھایا
نہ جوگی کو لاگو ہوئی تنگ دستی
رہے لوٹتے لذّتِ فاقہ مستی

ہمالہ پہ چڑھنے کو اک روز نکلے　　رشی کوئی پہنچا ہوا ڈھونڈتے تھے
گئے ٹھیر سردی میں ساتھی ٹھٹھر کے　　یہ تنہا چڑھے زد سے انساں کی اونچے
نظارہ وہاں ہر طرف تھا رُوپہری
کرن اُس میں تھی کوئی کوئی سُنہری

یہی جی میں آیا کہ دم توڑ دو یاں　　کہاں اور راہِ بقا کی ہے یہ شاں
کہاں ایسی چاندی کی سونے کی ندیاں　　یہ رُوحانی پاکیزگی کے ہیں ساماں
یہ چھب برف کے گنبدوں کی نرالی
یہ ندیاں امرلوک کو جانے والی

کا مُکت دوں

بس اب کودنے کو تھے تیّار سوامی　　کہا جھک کے پربت نے ہشیار سوامی
نہ یوں زندگی سے ہو بیزار سوامی　　بڑھا اپنا تو ہم سے معیار سوامی!
ہُوا پست چرنوں میں تیرے ہمالہ
دیانند سوامی! ترا بول بالا

سچ جھوٹ کی پرکھ (۶)

سمت ۱۹۱۲ بکرمی

[illegible]

لبِ گنگ اک دن تھے پڑھتے کتابیں — نہ آیا کوئی اُن کا مضموں سمجھ میں۔

کسوٹی پہ اس کو کبھار رکھ کے دیکھیں — کوئی بات بھی ہو کہ ہانکی ہیں گپیں۔

بیاں اُس میں تھا آدمی کی نسوں کا

نہ تھا بات سے بات کا جوڑ ملتا

جو دیکھیں ہے لاش ایک دریا میں بہتی — کہاں لگ گئی جھوٹ سچ کی کسوٹی

کتابیں وہیں رکھ کے لی کس لنگوٹی — گئے تیر کر لاش باہر نکالی

کنارے پہ دریا کے لا اُس کو رکھا

چھری لیکے عضو عضو اُس کا دیکھا

لیا دل نکال اُس کا چھاتی سے باہر — چبھوئی چھری اسکی نس نس کے اندر

کیا تجربہ غور سے پھر جگر پر — دماغ اُس کا دیکھا اُلٹ پلٹ کر

نہ اُس میں کتابوں کی بات ایک پائی

کہا ڈوبی اچھی یہ گپوں کی گٹھڑی

اِدھر لاش کو پھر ندی میں بہایا — اُدھر اُن کتب کو کیا پرزہ پرزہ

ہوئیں جب کتب نذرِ طغیانِ گنگا — وہیں شور پہنچا کے دریا سے اُٹھا

کتابوں کا سچ جھوٹ جس نے کنگھالا
دیانند سوامی! تیرا بول بالا

ستمہ ۷- گورو بھجن سمت ۱۹۱۷ بکرمی

تلاش اب گورو کی دیانند کو تھی۔ بھرو گیان سے کوئی بھکشو کی جھولی
بہت راہ دیکھی بڑی خاک چھانی گوارا مشقت جو پیش آئی سب کی

پھرے سر بل نربدا کے کنارے
ہمالے گئے پاؤں آنکھوں کو کر کے

سنا ایک متھرا میں رہتے ہیں ڈنڈی ورجانند ان کو ہے خلق کہتی
ہیں ویاکرن پکے اور وید پاٹھی ہے کٹیا میں تدریس کی گنگ جاری

لگی انکی وہ لو ہے پرماتما سے
کہ ہیں بند آنکھیں کئے ماسوا سے

۱- علم - ۲- لدا - سوالی - ۳- سنیاسی - ۴- کرتار پور کے رہنے والے تھے۔ ماں باپ بچپن میں جاتے رہے تھے۔ بھائی اور بھاوج کے ظلم سے تنگ آکر نکل گئے۔ اور تعلیم پانے سے ایسے عالم ہوئے کہ دیانند جیسوں کو شاگرد بنایا بے نیازی کمال کی تھی۔ الور کے راجہ نے استاد بنایا۔ ایک دن وقت پر سبق پڑھنے نہ آیا۔ آپ چل کھڑے ہوئے۔ کہ ایسے شاگردوں کو نہ پڑھایا اچھا + ۵- علم صرف نحو کے عالم +
۶- وید پڑھنے والے - ۷- پڑھانا +
۸- بچپنے میں چیچک سے آنکھیں جاتی رہی تھیں +

گئے، اُن کا دروازہ جا کھٹکھٹایا   یہ کون آیا؟ کُٹیا سے ڈنڈی نے پُوچھا
کہا، ہُوں دیانند، چرنوں کا بھُوکا   بہت ڈھونڈتا ہوں نہیں گیانی مِلتا
دریچہ کھُلا پائے ڈنڈی کے درشن
دیانند کی ہو گئیں آنکھیں روشن
گورو نے یہ پُوچھا۔ کبھی جب ملتے   کہو آج تک کیا رہے پاٹھ پڑھتے
دیانند نے نام لے کر کُتب کے   کہا ان کا مضموں ہے سینے میں میرے
گورو مُسکرا کے لگے کہنے بیٹا!
نہیں کام کا ایک بھی اِن میں پوتھا
گنا تم نے پنڈت جو سارسوان میں   سنو تم کو کرتوت اُس کی سنائیں
کبھی ہانکنا پنڈتوں میں تھا گپیں   غلط بول کر خوب چلتا تھا چالیں۔
ہُوا جب نہ اِک لفظ کا روپ سیدھا
غلط ویاکرن کا بنایا یہ پوتھا
نمونہ ہے ضِد کا پنڈتوں کی۔   کتابیں جو لکھتے رہے اُلٹی سیدھی
نہ پُوچھ ان میں کیا کیا بھری ہے بُرائی   یہ جھُوٹوں کا تھیلا ہے گپّوں کی گٹھڑی

۱۔ کتاب۔ ۲۔ اِن صاحب نے صرف و نحو کی ایک کتاب لکھی ہے۔ ۳۔ شکل۔ ۴۔ صرف و نحو۔
۵۔ رِشیوں کے اصولوں کے خلاف جو کتابیں خود غرض لوگوں نے لکھیں۔ وہ ویدک دھرم میں بدعت ہیں۔

جو ہو جاننا تم کو رازِ حقیقت
کرو نذرِ جمنا یہ طوفانِ بدعت

کڑا حکم سُنکر یہ دنڈی گورُو کا — گیا سُوئے جمنا دیانند سیدھا
کہاں ہیں کتابیں ہی اک اپنا سنکا — یہ کہتے ہیں - ان کو کرو غرقِ دریا

سہیں آجتک کھوج میں انکی کڑیاں[۱]
گذاریں مُصیبت[۲] کی سنگ انکے گھڑیاں

کبھی انکو غربت[۳] کا ساتھی بنایا — کبھی دِل کا خلوت[۴] میں دُکھڑا سُنایا
کبھی رو کے سینے سے اپنے لگایا — جو نیند آئی ان کو سرہانے سُلایا

یہی آجتک تھیں مری سنگی ساتھی
کروں آج کیونکر میں پتھر کی چھاتی

اُدھر تھا گورُو کا یہ ارشاد پہلا — جو مانیں تو بیٹا۔ نہ مانیں تو پیٹا
جو برسوں کی محنت تھی کی نذرِ دریا — اُٹھے بُلبلے ناچتے باندھے گھیرا

گورُو کا بچن جس نے جی جان سے پالا
دیانند سوامی! تیرا بول بالا

۲- مصیبتیں - ان دنوں چھاپا خانہ نہ ہونے سے کتابیں ملنا بہت مشکل تھا بالخصوص سنت کی - ۳- پردیس - بے وطنی - ۳ - تنہائی - ۴ - آفت +
ع۱ کے لئے دیکھو صفحہ گذشتہ نوٹ ع۵
صفحہ ۳۲

۸۔ رشی رِن[1]

سمت ۱۹۱۷ سے سمت ۱۹۱۹ بکرمی　　[illegible]

گرو کی سدا ٹہل[2] کرتے ہیں چیلے　　گرو کا بچن[3] سر پہ دھرتے ہیں چیلے
گرو جو کہے کر گذرتے ہیں چیلے　　گرو کی قضا آئے۔ مرتے ہیں چیلے

سب اعزاز دنیا۔ سب اعزاز عقبیٰ[4]
گورو کے چرن کا سراسر ہیں صدقہ

گورو دیو جمنا کے جل سے نہاتے　　دیانند گاگر لئے دوڑے جاتے
سنوں پانی سنجد ہار کار وزلاتے　　نہ گھبراتے نہ تھکتے نہ تھے ہچکچاتے

گورو نے کبھی طیش[5] میں لات ماری
تو جا دابنے بیٹھے خود ٹانگ اُنکی۔

کئی دن تھا بھونے چنوں پر گذارا　　ملا کچھ تو روزی نہیں تو ہے روزہ[6]۔
دیا سے پگھل کر ستی[7] ایک جاگا　　لگا ان کا کرنے سدا گھر پہ نیوتا[8]

۱۔ رشی کا قرضہ۔ ہر ایک آریہ پر تین فرض قرض ہیں۔ ایک پتری رِن یعنی آباؤ اجداد کا قرضہ۔ یہ قرضہ نیک اور تندرست اولاد پیدا کرنے سے ادا ہوتا ہے۔ دوسرا دیو رِن یعنی قدرت کی قوتوں کا قرضہ۔ یہ ہون وغیرہ سے ہوا۔ پانی وغیرہ کو صاف رکھنے سے ادا ہوتا ہے۔ تیسرا رشی رِن یعنی رشیوں کا قرضہ۔ یہ ویدوں کے پڑھنے پڑھانے اور ان کی اشاعت کرنے سے ادا ہوتا ہے۔ ۲۔ خدمت۔ ۳۔ حکم۔ ۴۔ پرلوک۔ ۵۔ غصہ۔ ۶۔ فاقہ کشی۔
۷۔ راست باز۔ یہاں مراد دانی سے ہے۔ وہ دانی مہاشہ امرلال تھے۔
۸۔ دعوت۔

کوئی دیتا شب بھر کی بتی کا روغن
کوئی دودھ کا بھر کے دے جاتا باسن

سبق میں تھیں لگتی دلائل کی جھڑیاں   ادھر تیز حجت ادھر صاف برہان
تھے استاد شاگرد مصروف جولاں   تماشائی کٹیا کے سارے سبق خواں

اڑھائی برس تک یہ مہمیزیاں تھیں
چمکتی ذکا کی شرر ریزیاں تھیں

ہوئی جب مطالب کی تحصیل پوری   گورو سے لگا مانگنے چیلا چھٹی
کہا لا کے چرنوں میں لونگوں کی جھولی   گورو دیو ہے نذر ناچیز میری

چرن چشم تر سے رشی کے بھگو کر
کہا جان قربان اس پاک در پر

اٹھا کر گورو نے گلے سے لگایا   کہا میری آنکھوں نے نور آج پایا
ہوا بار ور آج تک کا پڑھایا   دیانند سوامی کو چیلا بنایا

قبولوں مگر نذر لونگوں کی کیوں کر
کہیں پھر سے دیکر بھی لیتے ہیں چیز؟

۱۔ اُن کے تیل کے لئے ۳ روپیہ ماہوار لالہ گوردھن صراف دیا کرتے تھے۔ ۲۔ ہردیو چھتر والے سوامی جی کے دودھ کے لئے دو روپے ماہوار دیا کرتے تھے۔ ۳۔ بحث۔ ۴۔ دلیل۔ ۵۔ دلیل۔ ۶۔ گھوڑ دوڑ۔ یہاں مراد علمی بحث سے ہے۔ ۷۔ گھوڑ دوڑیں۔ ۸۔ ترقی کرتے ذہن کی چنگاریاں چھوٹ رہی تھیں۔ ۹۔ جو پڑھنا تھا پڑھ چکے تھے۔ ۱۔ سبق۔

بڑی بات کیا ہے جو جاں نذر کردو جو ہیں جسم میں ہڈیاں نذر کردو
جگر کردو اور دل بھی ہاں نذر کردو جو رکھتے ہو زورِ زباں نذر کردو

پڑھایا تھا کیا تم کو لوگوں کی خاطر؟

نہیں! اچیلا بولا۔ یہ لو اسر ہے حاضر!

یہ سُنکر جواب اُنکا ڈنڈی تھو خند ا[۱] محبت نے ہیں باندھ اشکوں کی جھڑیاں
مگر بھر ہوئے آہیں بھر بھر کے نالاں[۲] کہ ہے! ہے! امیر آہند ھو دکھیں غلطاں

یہاں پیٹ بھر ملتی روٹی نہیں ہے
کوئی جھوٹ سچ کی کسوٹی نہیں ہے

یہاں بے خُدا پھر رہی ہے خدائی نہ ہے باپ اپنا نہ اپنی ہے مائی۔
دھرم کی دوہائی! دھرم کی دوہائی! ہے دُھن کُفر کی سب دلوں میں سمائی

کہیں پھوٹ نے انکے پُرزے کیے ہیں
کہیں چھوت نے جتھے بکھرے کیے ہیں

وہاں دن دہاڑے دھرم لُٹ رہا ہے یہاں مست موجوں میں بھٹکا خدا ہے[۳]
وہاں رت نئی سر پہ آفت بپا ہے یہاں[۴] کام کرنا قسم ہو گیا ہے۔

۱۔ رونے لگے۔ ۲۔ لوٹتا ہے۔ ۳۔ نوین ویدانتی اپنے آپکو برہم یعنی خدا مانتے ہیں۔ اُن کا عقیدہ ہے کہ برہم یا دھرم ہیں [illegible] جو یعنی انسان اور حیوان ہو گئے ہیں۔ ۴۔ ویدانتیوں کا مسئلہ ہے کہ مکتی گیان سے ہی ملتی ہے۔ کرم یعنی کام کرنا اس میں رکاوٹ ہے۔ اُن کا بڑا اعتراض نکما ہونا ہے۔

جہاں میں نہیں وید کا نام باقی
برہمن کو ہے چین سے نیند آتی

مری جاں! تو جا ان مردوں کو جگا دے — انہیں جینے ٹھاکر کا درشن کرا دے
مٹا بھید[1] وید وں کی گھٹی پلا دے — گنوا جان اپنی، جہاں کو جلا دے

یہی چاہتا نذر ہے تجھ سے سوامی
مٹا میرے بھارت کا داغ غلامی!

گورو کی ہوئی جب یہ تقریر پوری — دیانند نے اٹھ کے گردن جھکا دی
کہا ہے گورو کا بچن پاک شرتی[2] — کٹی ہل گئی اس سے شاباش نکلی

رشی رن کا جس نے فنا مول ڈالا
دیانند سوامی! ترا بول بالا۔

۹- وید جھنڈی

ہردوار — سمت ۱۹۲۴ بکرمی

ہر ہردوار میں یوں تو ہے روز میلا — لگا جاترا کا ہے ہر وقت تانتا
مگر کمبھ[3] کا کچھ انوکھا ہے نقشا — نہیں جس کا ثانی زمانے نے دیکھا

۱- فرق - تفریق - مراد یہ کہ فرقوں کے امتیاز اڑا کر سب کو وید کا معتقد بنا۔
۲- وید کا بچن۔
۳- ہر بارہویں سال بیساکھی کے دن یہ میلا لگتا ہے۔

مقدس ہے گنگا کی ہر اک بسا کھی۔
یہ بارہ برس میں ہے اک بار آتی۔

جھکتے نہیں لکھ پتی حبا نزا پر   ہیں لاکھوں اُڑاتے ستی جاترا پر
پہنچتے ہیں کیا کیا جبنی حبا نزا پر   اُلٹ پڑتے ہیں بدعتی حباترا پر

سبھی بیٹھ پنچتائی استھانوں والے
بناتے ہیں لاکھوں دیوالے شوالے

اکھاڑے ہیں سنیاسی ہر سُو لگاتے   اُداسی الکھ کی ہیں دُھونی جگاتے
ہیں جوگی جگت کے کرشمے دکھاتے   براگی ہیں بیراگ کا راگ گاتے۔

الف ننگے یہاں پھر رہے ہیں
گنہ دھونے آئے یہاں منچلے ہیں۔

کہیں ان میں پہلے نہانے پہ جھگڑا   کہیں ڈیرا ڈنڈا جمانے پہ جھگڑا
کہیں ہر کی پوڑی پہ جانے پہ جھگڑا   کہیں بھینٹ پوجا چڑھانے پہ جھگڑا

یہ ہیں پاک دُنیا کی آلائشوں سے!
[illegible] بھوگ کی لذّتوں سے!

۱۔ پرتیں کے عقیدے کے خلاف جو تفسیرے بعد میں خود غرض لوگوں نے وضع کئے ہیں وہ جت ہیں۔ جو انہیں مانتے ہیں یا منواتے ہیں وہ بدعتی ہیں۔ ۲۔ سنیاسیوں کا ایک فرقہ۔ ۳۔ ترک ہم یکسر فرقہ جو کپڑے نہیں پہنتا یہ بے ستری کی انتہا ہے۔ ۵۔ برندوار پر گنگا میں نہانے والے بتاتے ہیں یہاں اشنان کرنے کا ثواب خاص ہے +

یہاں گرم بازار ہے راہزن کا ۔ بڑا داؤ ہے چل رہا برہمن کا
کہیں پیسہ لیتا ہے جھوٹے بچن کا ۔ کہیں مول لڈو ہے میٹھے سخن کا

کہیں سر پہ پنڈا کہیں ہے پجاری
لٹی روز روشن میں مخلوق ساری

جنہیں ہر کی پوڑی ہے مکتی کا زینہ ۔ انہیں ایک ہے آج کا مرنا جینا
جو لوٹے تو پرلوک کا ہے خزینہ ۔ مرے تو ہے گنگا میں اپنا دفینہ

انہیں بیچ میں روندے جائیگا ڈرکیا
سنہ بھر جائیگا لوک پرلوک ان کا

جو ہیں ہر کی پوڑی پہ چوکی لگاتے ۔ رشی کیش اکثر ہیں انہیں سے جاتے
یہاں پاپ گنگا کے ہیں سر چڑھاتے ۔ ہیں لہراتی جھنڈی کو وہاں سر جھکاتے

تلے جس کے ہے ایک ڈنڈی کا آسن
لکھا ہے پھریرے پہ پاکھنڈ کھنڈن

وہ کہتا ہے سچ ناڈ کی پوہٹریوں سے ۔ نہیں ملتی مکتی تجھے ہڈیوں سے

۱- ہردوار کے برہمن پنڈے کہلاتے ہیں - یہ جاتریوں کی خوب حجامت بناتے ہیں +
۲- ہردوار سے مشرق کی طرف سادھوؤں کا مقام ہے ۳- سوامی جی نے کنبھ کے موقع پر ایک کٹی بنا کر اس کے اوپر ایک جھنڈی لگا دی تھی - جس پر لکھا تھا: پاکھنڈ کھنڈنی یعنی جھوٹ کو جھنجھوڑنے والی جھنڈی + ۴- ہر کی پوڑی کو سوامی جی ناڈ کی پوہٹری کہتے تھے - ہندوؤں میں رسم ہے - کہ ہر ایک مرنے والے کی ہڈیاں اس مقام پر گنگا جی میں ڈالتے ہیں اس لئے نام موزوں تھا +

تو اُپدیش کی اپنے کرگنگ جاری   ابھی تیرے پیچھے لگی خلق ساری

تجھے کہتے ہیں وید کی جھنڈی والا

دیانند سوامی! ترا بول بالا

سر زور بس ۱۰ - لے تلوار کا بُت شکن ماگھ سمت ۱۹۲۴

لیا گنبھ کا دیکھ سوامی نے میلا   جو لوٹے تو تھے غم کی صورت سراپا

وہ میلا تھا کیا؟ ایک بھارت تھا چھوٹا   تھا عصیاں میں اک ملک کا ملک ڈوبا

سیہ پوش گنگا تھی ماتم میں اس کے

ہمالہ کی آنکھوں سے آنسو تھے گرتے

کہا - روگ کہنے سے مٹتا نہیں ہے   یہ روگی کبھی کا اجل کے قرین ہے

فلک اسکی حالت پہ اندوہگیں ہے   اسے دیکھکر خاک بر سر زمیں ہے

چلو کوئی دن اس کے دکھڑو نبیہ رویں -

جو بگڑے ہیں خم ان کو اشکوں سے دھوئیں

۱ - نصیحت - وعظ

۲ - محمود غزنوی بُت شکن مشہور ہے - اس نے تلوار کے زور سے بتوں کو توڑا تھا - اس نے ظاہری کامیابی بھی حقیقی اعتقاد نہیں بدل سکتا - سوامی جی ملائم کے زور سے لوگوں کے دلوں سے تراشا تھا - سوامی کی صداقت کے قائل تھے - ہر کر لوگ بتوں کو دریا میں ڈال آتے تھے -
۳ - گنگا کا رنگ نیلا نظر آتا ہے - شاعر کا خیال ہے کہ بھارت کے غم میں اس کا یہ حال ہو رہا ہے - ۴ - مرنے کے قریب - ۵ - سر پر خاک ڈالے ہوئے زمین کی قدرتی صورت شاعر کے خیال میں بھارت کے ماتم کی نشانی ہے

یکایک جو سینے میں بیراگ جاگا — وہیں چھوڑا سب جسم کا کپڑا لتا
کہا جوگ ہے ایسے روگی کا چارہ — یہ یوگی سے ہوگا ریاضت کی اچھا

تڑپ کر کبھی سوئے صحرا تھے جاتے
لب گنگ اشکوں کے دریا بہاتے

ہوئی بیخودی اسقدر غم میں طاری — کہ تن من کی سب اپنے سدھ بدھ بساری
جہاں لیگئی دن ڈھلے بیقراری — وہیں جاگتے کاٹ دی رات ساری

رہا جلتی ریتوں پہ گرمائیں آسن
چبائے کڑی بھوک میں کچے بیگن

تھے افکار میں گرچہ غلطان رہتے — وطن کے الم میں پریشان رہتے
سدا کرتے بھگوان کا دھیان رہتے — سدا طالب رحم رحمان رہتے۔

مشقت کی اسواسطے کرتے عادت
کہ مصلح کے حصے پڑی ہے مشقت

ہوئے مشق سے جب ریاضت میں یکتا — جلال انکی صورت سے تھا کیا ٹپکتا
تھا کندن سا نورانی چہرہ چمکتا — کوئی آنکھ بھر کر نہ تھا دیکھ سکتا

۱۔ ترک کا خیال۔ ۲۔ ریاضت۔ ۳۔ گنگا کے کنارے۔ ۴۔ اصلاح کرنے والا۔ ایسے انسانوں کی قسمت میں راحت کی زندگی نہیں ہوتی۔ ہمیشہ تکلیف سہنی ہوتی ہے۔ ۵۔ یوگ۔

لگے خوب اشاعت صداقت کی کرنے

محبت کا دم دوست دشمن کی بھرنے

کسی کے گلے میں تھا طوق جہالت[1] کسی کے ماتھے پہ داغ ضلالت[2]

بدن پر کسی کے تھا نقش بطالت[3] نشاں کفر پر سب تھے کرتے دلالت

دیانند نے کنٹھیاں دیں اُترو ا-

مٹائے تلک کر دئیے چکر عنقا[4]

پڑی مندروں میں تھی اک طرفہ ہلچل نہ تاب پنڈت پجاری کی تھا بل

کریں کیا زباں شرم سے تھی مقفل دیانند کے آگے بھولے تھے چھل بل

مناظر بڑے ٹھاٹھ سے گھر سے آتے

پہنچتے ہی یاں چوکڑی بھول جاتے

کوئی پیرا ولیہ تھے مشہور گیانی- تھی اُن کی زباں میں غضب کی روانی

وہ گنج معارف تھے بحر معانی- تھے ازبر انہیں سب علوم نہانی

متوں کو دیانند کے رکھکے آگے

کہا ان کو لگواؤ تنکا بھوگ تم سے

۱- جہالت کی ہنسلی کنٹھیوں کی طرف اشارہ ہے - ۲- گمراہی کا ٹیکا - تلک کیطرف اشارہ ہے - ۳- قمقمان چکرا نکنوں کا فرقہ - جو جسم پہ کئی قسم کے نقش کھدوا لیتا ہے - اُن لوگوں کا معراج نکما رہنا ہے ۵- ان نشانیوں میں سے کوئی شاستر کے مطابق نہیں - ۶- گم - ۷- برہم ودیا کا خزانہ تھے - ۸- یاد - حفظ ٭

کبھی بن چلی اُن میں شمشیر بُرّاں | رہا نقل اور عقل کا گرم میدان
حقیقت ہوئی جوں ہی دم تیغ رخشاں | نہ باقی رہی قالب وہم میں جاں
بہت عرصہ یوں دے دِلا کر دلائل
ہوا بیڑا وید صداقت کا قائل
سنگھاسن سے فوراً بتوں کو اٹھایا | عبث ہفتہ بھر اُن کو جھوٹا جھایا
انہیں گنگ میں بار آخر نہلایا | یہ آواز نکلی جو دھم سے گرایا
بتوں کو سنگھاسن سے ڈھا دینے والا
دیانند سوامی! تیرا بول بالا۔

پان کا بیڑا ۱۱-

رتن چند بہاری — بھادوں سمت ۱۹۲۴ بکرمی

برہمن کوئی ایک دن پاس آیا | رشی کے لئے پان کا بیڑا لایا
رشی نے اُسے پاس اپنے بٹھایا | بڑے چاؤ سے پان لے کر چبایا
گئے جان فوراً رشی ذائقے سے۔
کہ ہیں اس میں زہر ہلاہل کے قطرے

۱- دلیل کی تلوار۔ ۲- جو عقیدہ پرانا چلا آئے اُسے نقل کہتے ہیں۔ ۳- تلوار کی دھار۔ ۴- جسم ۵- تخت- چوکی۔ ۶- ایسے واقعے سوامی جی کی زندگی میں بیسیوں ہوئے ہیں۔ سینکڑوں عبث آپکی نظر عنایت سے گنگا میں مکتی دھام کو پہنچے ہیں۔ اوروں نے پتھر کے بت توڑے۔ مہرشی سوامی نے غلط خیالوں کے۔ بیہودہ توہمات- بچہ رسومات کے سب بت توڑے +

وہیں پاس گنگا کے بہتی تھی گنگا گئے اور قے کر کے بیڑا نکالا
کیا یوگ سے صاف آنتوں کو دھوتا نہ باقی رکھا سم قاتل کا کھٹکا
بڑی جمعیت سے گنگی میں پدھارے
برہمن تھا پہلے ہی غائب گنگی سے
خبر پا گئی شہر میں خوب شہرت کہ کی موذیوں نے سفا ہانہ حرکت
جو دیتا ہے ہر روز امرت کی دعوت گئے زہر دینے اسے اہل بدعت
تھا تحصیلدار اک مسلمان وہاں کا
بدل معتقد جو گئے نکتہ داں کا
ہوا حسب دستور خدمت میں حاضر کہا سائیں پکڑا گیا ہے وہ کافر
جو ہو حکم کر دیں علاج کا مسافر ہے کھنچنے کو بدذات کا دار پر سر
یہ روداد سنکر رشی تلملائے
وہیں طیش میں باہر آپے سے آئے
کہا ہم ہیں بندوں کو آزاد کرتے نہیں قید پر قید ایزاد کرتے
نئی طرز الفت ہیں ایجاد کرتے ہیں بدخواہ کو پیار سے یاد کرتے

۱۔ جوگی آنتوں میں پانی کھینچ کر انہیں صاف کر لیتے ہیں۔ ۲۔ موت لانیوالی زہر ۳۔ کمینہ پن کر کے ۴۔ اندیشوں سے ذریعہ حیات جاوید بخشتا ہے۔ ۵۔ مرنے والا نوحہ کار راہی ۔ ۶۔ سولی

سُنی گفتگو جب یہ مردِ خدا کی
رگِ نبض سید[1] محمد کی پھڑکی

گرا پاؤں پر اُٹھ کے فوراً رشی کے — کہا ہم بھی مشتاق ہیں مخلصی[2] کے
رکھا پھر جو باہر قدم اُس کٹی کے — تھے گن گاتے آزاد جو ہو کے مُنی[3] کے
اسیروں کو زنداں سے جس نے نکالا
دیانند سوامی! تیرا بول بالا

۱۲- شمشیر شکن

سرنیوس — جیٹھ سمت ۱۹۲۵

کرنواس[4] میں تھے مہاراج اُترے — بڑی دیر میں بھاگ نگری کے جاگے
سرِشام ہر روز اپدیش دیتے — سدا وید کی تازہ گنگا بہاتے
کرن سنگھ ٹھاکر کے سسرال تھے واں

وہ آکر لگا کرنے میلے کا ساماں
بڑے چاؤ سے گھر کا آنگن سجایا — سدا راس[5] کا رنگ اُس میں جماتا

۱- تفضیل دار کا نام سید محمد تھا۔ ۲- رہائی پانے کے۔ آزادی پانے کے۔ ۳- گیان دھیان میں رہنے والا۔ رشی۔ ۴- یوپی میں گنگا کے کنارے ایک مقام ہے + ۵- کرشن اور گوپیوں کا ناچ - ولبھ فرقے کے لوگ اس میں کرشن کی بھگتی سمجھتے ہیں +
+ صحیح +

نکالی مگر راؤ نے تیغ دودم
کہ سائیں ا چلو تم بزرگوں کے ہمم

جو دیکھا رشی نے نہیں راؤ ٹلتا نہیں اُس پہ جادو محبت کا چلتا
ہے بیہودہ غصے میں جلتا اُبلتا ہے گالی پہ گالی برابر اگلتا

اُٹھے اور لی چھین شمشیر اُس سے
زمیں پر جو ٹپکی تو تھی چار ٹکڑے

کریں تو اس جب دوسری بار آئے تو ٹھاکر نے جاسوس اُن پر لگائے
کہ جب پنڈ سوامی کو بیخود سُلائے تو پرلوک کی صبح اُس کو جگائے

گئے پاس سوامی کے دو بار قاتل
مگر تیغ ہلنے سے پہلے رُکا دِل۔

اُنہیں راؤ نے تیسری بار بھیجا کہ جوگی کا اب کے نکال آنا بھیجا
تھی تقدیر ہنستی تو کوشش کئے جا کرے وار جوگی پہ کس کا کلیجا

جو ہُوں، کہہ کے جوگی نے اِک لات ماری
ہوئے چھوڑ کر تیغ قاتل فراری

پسینہ پسینہ تھے دہشت کے مارے گرج شیر کی سُن کے بیخود تھے سارے

۱۔ دو دھار کی تلوار۔ ۲۔ پیچھے۔ قدم بقدم یعنی جہاں بزرگ تم سے پہلے پہنچ چکے ہیں۔ وہاں تم بھی جاؤ۔ ۳۔ نیند کی حالت میں قتل کر دو۔ ۴۔ ہرن مسکین جانور ہے۔

فرشتوں سے ہم نغمہ ہو کر پکارے — ہنسے کھکھلا کر فلک پر ستارے

نہ شمشیر چلتی ہے جس پر نہ بھالا

دیانند سوامی [illegible]

نمبر ۱۳۰ - [illegible] گایتری اپدیش (سمت ۱۹۲۴ بکرمی)

تھے سن سن کے سب شہر کے شہر لٹو — بھرا تھا زباں میں مہرشی کی جادو

کیا آریہ ان کو جو پہلے تھے ہندو — کئی کافروں کو پہنائے جنیئو

دیا پاک اپدیش گایتری سب کو

کہ ہے وید کا عطر - یاد اس کو کر لو

تھی نوے برس سے بڑی عمر اسکی — شہر میں کہیں شیر زال ایک آئی

کہا - ورد گایتری سے مکت ہو گی — کہا کوئی اپدیش کیجے مہرشی

جو پوچھا - ہیں کیا ہم بھی پڑھ سکتی منتر؟

کہا کہتے جاہل ہیں ماتا کو شودر!

۱- شرملاکر - ۲- اس قوم کا اصلی نام آریہ ہے - تنزل کے وقت سے بدخواہوں نے ہندو نام دیا ہے - ۳- وید کا وہ منتر جو آریوں کا کلمہ ہے - [illegible] - ۴- خدمت - ۵- [illegible] - ۶- گایتری کا پاٹھ - ۷- اہل پران کا عقیدہ ہے - کہ عورتوں کو وید پڑھنے کا حق نہیں - حالانکہ کئی عورتیں بشمول واک وید منتروں کی رشی [illegible] ہوئی ہیں یعنی وید کے منتروں کی اشاعت انہوں نے اسی طرح کی ہے - جس طرح مرد رشیوں نے ۔ ۸- کوئی اہل پران سے پوچھے مائیں شودر ہیں - تو بیٹے کیا ٹھہرے؟

یہ حالت رشی کی جب آنکھوں سے گذری
کہا ہند ہے کس فلاکت[1] کی بستی

نہیں یاں برہنے کو کپڑا میسر　　نہیں بھوکوں مرتے کو ٹکڑا میسر
ہو سامان کیا زندگی کا میسر　　نہیں زہر کھانے کو پیسہ میسر

یہ جینا ہے کیا بے حیائی کا جینا
کفن نے کے بچے کا لہنگے میں سینا　　چاند پور　　سنہ ۱۹

ہوا پار گنگا کے اک روز میلا۔　　مہرشی گئے دیکھنے رنگ اس کا
تھے دیوی کی کرتے جہاں بھینٹ پوجا　　وہیں لڑکیوں کا چڑھاوا تھا چڑھتا

حیا دھرم[2] کے نام پر واں تھی بکتی
گھروں کی جو تھی عزت ارزاں تھی بکتی

رشی نے یہ دیکھے حیا سوز منظر[3]　　پڑی کل نہ اُن کو بہت سخت مضطر
رہے لوٹتے گرم ریتوں پہ دن بھر　　پڑے کھولے راتوں رہے دیدہ تر[4]

کہے ہے! ابھی ہند میں جلوہ ہے باقی
نہیں آہ! اس ڈھیٹ کو موت آتی

رشی کی سنی آسماں نے بیزاری　　زمیں کانپ اٹھی دیکھ کر بیقراری

۱۔ مفلسی ۔ ۲۔ حیا کو جلانے والے ۔ ۳۔ بے حیائی کے نظارے ۔ ۴۔ آنسو بہاتی آنکھیں ۔

پسینہ سماں دیکھ کر فضلِ باری ہوئی گنگ میں راگ کی رود جاری

پسینے پہ بھارت کے خوں رونیوالا

دیانند سوامی! ترا بول بالا

نمبر ١٥ کاشی کی فتح اکتوبر ١٨٦٩ء

چلا جب نہ سوامی پہ جادو زباں کا نہ تقریر کا تیغ سے توڑ تا تھا

کیا زہر نے کام جب شیرِ دوران کا گیا بیک جسم جو گئے نکتہ دان کا

پہ سکتہ تھا چھایا ہوا پنڈتوں میں

نہ تھا فرق کچھ پنڈتوں اور بتوں میں

کوئی جا کے کاشی لکھا لایا پتری کہ جائز ہے ویدوں میں پوجا بتوں کی

وہ پتری رشی کی جب آنکھوں سے گزری کہا۔ ہم نے کاشی کی لی دیکھ ہستی

گئے شیر کی طرح فوراً گرج کر

کہ لو ایک دھاوے میں یہ گڑھ ہوا سر

پہلے بے خطر وعظ سے کاشی والے یکایک اٹھے کانپ سب بوڑھے بالے

گئے پنڈتوں سے نہ اوسان سنبھالے جہالت نے تھے عقل پر پردے ڈالے

١- دودھ اور روٹی۔ یعنی زہر کارگر نہ ہوئی۔ ٢- پوستک کا کاغذ۔ فتوے۔ ٣- قلعہ فتح ہوا
بے ہوش *

جنہیں پوجتے تھے سبھی کہکے شنکر
کیا اُن کو ثابت مہرشی نے کنکر

یہ روداد راجا کے کانوں میں پہنچی — کہا آج ہے ناک کاشی کی کٹنی
جو ترشول پر شو کے کاشی کھڑی تھی — وہ دھکے سے ہے ایک سادھو کے ہٹتی

بلا بھیجا نگری کے سب پنڈتوں کو
کہ بھوُ دیوو! اب تم بچا نا بتوں کو

کہا پنڈتوں نے ہے منظور راجن! — کرو جس طرح ہم کو مامور راجن!
ہمیں دان دے دینا بھرپور راجن — کریں شیشۂ کفر ہم چور راجن!

مگر ہم تو ہیں اور کچھ پڑھنے والے
دیانند ویدوں کے لیگا حوالے

ہمیں کر عطا پندرہ دن کی مہلت — کریں وید کی مل کے تا خوب قرأت
وہ ثابت کریں پھر بتوں کی کرامت — دیانند کی توڑ دیں صاف حجت

رہا پندرہ دن یہ کاشی کا نقشہ
کوئی بات گھڑتا کوئی وید پڑھتا

۱۔ شو کا نام ہے بت پرست کنکر کو شنکر کہتے ہیں ۲۔ بنارس کے مہاراجہ ایشوری نرائن سنگھ جو کاشی کے راجہ تھے ۳۔ کاشی کے متعلق روایت ہے کہ یہ شوجی کے ترشول کے سہارے قائم ہے۔ اس لئے اسے کوئی ہانی نہیں پہنچ سکتی۔ ۴۔ زمین کے دیوتا یعنی برہمن ۵۔ پاٹھ

ہوا بحث کا وقت جب پنڈت [1] آئے   بڑا جمگھٹا ساتھ چیلوں کا لائے

گورو پالکی میں تھے آسن لگائے   تھے نعروں سے شش آسماں کو اٹھائے

اِدھر بیٹھی کاشی کی سبھ تھی ساری

اُدھر ایک سادھو تھا کوپین [2] دھاری

ہے سادھو کھڑا پوچھتا دھرم کیا ہے   نشاں اس کا کیا کیا منو نے کہا ہے

زباں پر وہاں سب کی تالا لگا ہے   ہے جھجک جھجک ہی کرتا جو لب کھولتا ہے

جو پوچھا۔ ادھرم آپ کس کو کہینگے

تو نکلا نہ لفظ ایک پنڈت کے منہ سے

چلی بت پرستی پہ تقریر جب واں   تو لایا نہ اس پر کوئی صاف برہاں

لگے جھانکنے آستینیں فقہ [3] داں۔   دلائل پہ سوامی کی تھی بزم حیراں

ورق ایک ٹوٹا کسی نے دکھا کر

کہا وید کا دیکھنا سوامی! منتر

رشی نے نظر تھی ابھی اس پہ ڈالی   وہیں پیٹ دی اٹھ کے راجہ [4] نے تالی

۱- بڑے بڑے پنڈت یہ تھے۔ وشدھانند۔ بال شاستری۔ شو سہائے۔ مادھو آچاریہ۔ وامن آچاریہ۔ تارا چرن۔ جے نارائن ترک واچسپتی۔ رادھا موہن ترک واگیش۔ اسبکاد وغیرہ۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے تھے۔ ۲- لنگوٹ پہنے۔ ۳- دھرم شاستر جاننے والے۔ ۴- شاستر ارتھ میں ہر دہان وہی تھے۔ اِس دفعہ جو بیتی سو بیتی۔ اُس کے بعد راجہ کو سخت پشیمانی ہوئی۔ دوسری بار جب سوامی جی کاشی تشریف لائے۔ تو اپنے مکان پر آنے کی پرارتھنا کی۔ سوامی پہلی دفعہ راجا کے کہنے پر بھی اُن کے مکان پر تشریف نہ لے گئے تھے۔ اب اس خیال [illegible]

یہ ترکیب دھوکے کی اچھی نکالی۔ رہی بات کاشی کی سب سے نرالی
وہ غنڈے کہ آئے تھے رشوت اڑا کر
لگے پھینکنے ہر طرف اینٹ پتھر
کسی نے شرارت سے جوتا اچھالا کسی کے کٹا کان سے صاف بالا
کسی نے کیا منہ شرافت کا کالا لیا گوبر اور سر پہ جاتوں کے ڈالے
غرض ایک اندھیر برپا تھا ہر سو
کھڑا مست کونے میں تھا موجی سادھو
تھے کچھ بحث میں اہلِ اخبار آئے وہ سچی خبر بحث کی واں سے لائے
ہوا نے بہت برقی گھوڑے اڑائے حقیقت کے پیغام عالم نے پائے
دلیلوں پہ کاشی کو جس نے اچھالا
دیانند سوامی! ترا بول بالا

شرگذشتہ سے کو شاشر دہ سوامی کو خفا خیال کرے گا۔ آپ تشریف لے گئے۔ راجہ آپ چاندی کی کرسی پر بیٹھے۔ اور مہاراج کو سونے کی کرسی پر بٹھایا۔ اور بڑی عاجزی سے آداب و نیاز کی ط

وہ آنند و لنیٹر ماہ دسمبر ۱۸۶۹ء و روہیلکھنڈ اخبار ماہ نومبر ۱۸۶۹ء - گیان پردائنی پترکا لاہور - اپریل ۱۸۷۰ء ہندو پیٹریٹ ۱۷ جنوری ۱۸۷۰ء - کرسچن انٹیلیجنسر بنارس ناٹو لود ھنی وغیرہ اخبارات میں اس شاستراتھ کے حالات شائع ہوئے - ان میں سے اکثر کے نامہ نگار جلسہ میں موجود تھے - آریہ سماج نے اس بحث کی مکمل کیفیت کتابی صورت میں شائع کرا دی ہے +

کاشی ۱۶- کیچڑ میں کنول سمت ۱۹۸۰

تھے اکدن رشی سیر سے لوٹے آتے — جہاں کو جنات خاک پا سے بناتے
کسی گہری دھن میں قدم سست اٹھاتے — نہ جانیں تھے کس فکر میں ڈوبے جاتے

جو دیکھیں تو کیچڑ میں گاڑی اٹی ہے
عیاں سر پہ سانڈوں کے شامت بڑی ہے

کھڑا ان پہ برساتا سونٹے پہ سونٹا — تھا غصے سے بے بس ہوا گاڑی والا
جو دیکھا نہیں کام سونٹے سے چلتا — گیا ہانپ آخر کو دم ہار بیٹھا۔

ادھر زور بیل اپنی طاقت لگا کر
ادھر گاڑی والا تھا بے تاب و مضطر

دیانند کے دل میں طغیاں دیا کا — مصیبت سے سانڈوں کی یکلخت امڈا
نم آنکھیں ہوئیں بہ گیا غم کا دریا — گیا درد بیلوں کا ان سے نہ دیکھا

بھڑک میں نہ کندن تھا جن کے برابر
وہ کیچڑ میں اترے دیا سے پگھل کر

وہ پاکیزہ مورت سخا کی صفا کی — نہ چھوئے جسے خاک بھر رہگزر کی
بھڑک دی دیے نے جس کو اپنی عطا کی — تھا دل نور کا گرچہ قالب تھا خاکی

پرم ہنس داغ گنہ دھونے والا
کنول بن کے کیچڑ میں آج آپ اُترا

دیئے بیل کھول اُنکو دلدل سے ہانکا   رکھا اپنی گردن پہ گاڑی کا جوآ
نہ بیلوں کی جو دوہری طاقت سے ہلتا   رشی نے وہ بوجھ آپ تنہا سنبھالا

بڑا کون ہے ؟ جس نے چھوڑی بڑائی
دیا کیا نہ جو بے زبانوں پہ آ پڑی۔

اِدھر گاڑی جوہڑ سے آتی تھی باہر   اُدھر گاڑی والا تھا جھکتا زمین پر
فرشتوں میں ہوتی تھی عش عش برابر   کہا دیوتاؤں نے یوں سر ملا کر
سسکتوں کو دلدل سے جس نے نکالا
دیانند سوامی ! ترا بول بالا

۱۷۔ جوگی کا جلال [illegible]

تھے متھرا میں اک رنگا چارج برہمن   رشی کے گرو جی سے تھی اُنکی اَن بَن
بڑھا دیکھ کر اُن کے چیلے کا جوبن   دیانند کے ہو گئے جانی دشمن

۱۔ سنیاسی۔ ہنس ایک پرندہ ہے۔ جو تالابوں کے کنارے رہتا ہے۔ اُسے کیچڑ نہیں چھوتا
۲۔ کنول پھول پانی میں رہکر بھی تر نہیں ہوتا۔ ۳۔ دیاکرن کے بڑے پنڈت تھے۔ اسی دیاکرن یعنی
صرف و نحو کے کسی اصول پر اُنکی اور سوامی ورجانند کی بحث ہوئی تھی۔ اسکے بعد سے یہ اُن سے بگڑے
رہتے تھے سوامی دیانند بخاص بحث میں اُن کے چیلے کو ٹوکا تھا۔ مگر ڈنڈی ورجانند کے شیع

جو دیکھا نہیں تیغ جوگی پہ چلتی
نہیں زہر دینے سے یاں دال گلتی

کہا دل میں ہے یہ قوی برہمچاری — کہیں جیت ہوتی ہے اس پر ہماری؟
گئی پوجتی گر اسے خلق ساری — نہیں بت کو ڈھونڈے سے ملنا پجاری

لگے کہنے چیلوں کو بے سپوتو
تمہیں اس کے لنگوٹ پر داغ دھر دو

وہیں پاس ڈیرہ تھا اک فاحشہ کا — نپٹ بیحیاؤں نے جا اس کو گھیرا
کہا پانچ سو کا یہ حاضر ہے گہنا — رہا پانچ سو اور کا تجھ سے وعدہ

دیانند جوگی کو گر پھانس لائے
تو منہ مانگا انعام پھر اور پائے

طوائف گئی پاس جوگی کے دوڑی — جو دیکھے ہے جوگی لگائے سمادھی[1]
برستا ہے اک نور صورت سے اس کی — کہا ہم سے یاں تو شرارت نہ ہوگی

گئی واپس اور پنڈتوں کو بتایا
کہ جوگی ہے عصمت کی دیوی کا جایا

کچھ انعام کو پنڈتوں نے بڑھایا — طوائف کو سونے کا چکمہ چڑھایا

۱۔ مراقبہ۔ جوگ کی آخری حالت۔ جب مرتاض کی آتما پرماتما میں محو ہو جاتی ہے۔

کچھ اُس کو لبھایا۔ کچھ اُس کو ڈرایا
کہا تجھ کو واپس ہے جم[۱] دُوت لایا
نہیں تجھ سے ہوتی اگر اور ہمت
تو کہہ دیجو "مت کر دیانند[۲] حرکت"

طوائف گئی پاس ڈر کر کُٹی کے
کہ اک بار چھو دیکھو پاؤں رشی کے
گئی سامنے جب تپسوی جتی کے
ہلوڑے لگی لینے پاکیزگی کے
گُنہ نے کہا دل سے گھبرا کے "رخصت"
یکا یک طبیعت سے بھاگی شرارت

سماں ایسا بھولی طوائف نے دیکھا
وہ بیکنٹھ[۳] میں جو گرڑ کو ملے گا۔
تھا عصمت کا واں جھولتا پنگورا
کہ دل بیخودی کے جھکورے تھا لیتا
دیئے ڈال بے خود طوائف نے زیور
کیا سر چرن پر رشی کے نچھاور
رشی نے سمادھی سے جب آنکھ کھولی
تو دیکھا ہے موجود اک لڑکی بھولی

۱۔ جم موت کا دیوتا ہے۔ جم دُوت اُس کے قاصد ہیں۔ جو موت کے وقت روحوں کو اجسام سے نکالتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ تیری موت قریب ہے۔ جبھی تو واپس آئی۔ تیری واپسی تیری موت کا بہانا ہے۔ ۲۔ مرتاض۔
۳۔ [illegible] والا۔
۴۔ پرانوں کے بیانات کے مطابق وشنو جی مہاراج بیکنٹھ میں رہتے ہیں۔ گرڑ اُن کی سواری ہے۔ یہ آدھا پرندہ اور آدھا انسان ہے۔ بیکنٹھ راحت اور پاکیزگی کا مقام ہے۔ وہاں تکلیف کا نام نہیں۔ برائی کا نشان نہیں۔

بہت پادری مولوی کرکے مدعوٗ۔
کہا بحث کرلو یہ آئے ہیں سادھو

رِشی نے جو کھولا دلائل کا دفتر　　مؤالف تھے حیراں مخالف تھے ششدر
کسی نے کہا۔ کفر ہے بحث دیں پر　　کوئی بولا۔ ہے عقل ایماں پہ خنجر
رِشی کی جو باتیں سنیں پیاری پیاری
ہزار آفریں! کہہ اُٹھی بزم ساری

یہ پہلی ہی نوبت تھی صدیوں کے پیچھے　　کہ غیروں کے سر خم تھے اپنوں کے آگے
جو نت بھاگنوں کا تعاقب تھے کرتے　　بچاؤ کی آج اپنے رہ ڈھونڈھتے تھے
دیا پیچ آئے کا مشہور تھے ہم
کسی کو خبر کیا کہ خود لوٗر تھے ہم　　دہلی　　۱۸۷۷ء

اِس اثنا میں دربار لٹن کا آیا　　مہرشی نے جمنا پہ ڈیرا لگایا۔

۱۔ دوست۔ طرفدار۔ ۲۔ اہل اسلام کی طرف سے مولوی محمد قاسم صاحب اور عیسائیوں کی طرف سے پادری سکاٹ صاحب بحث میں حصّہ لیتے رہے۔ دیگر علماء بھی شامل جلسہ ہوئے۔ بحث لفظاً بلفظ تین کاتبوں نے لکھی۔ اور ایک نقل ہر ایک فریق کے پاس رہی۔ آریہ سماج نے اُسے طبع کرا دیا ہے اور وہ میلہ چاندا پور کے نام سے بکتی ہے۔
ابتدا میں پانچ مضمونوں پر لگاتار بحث کرنے کا ارادہ تھا۔ مگر ابھی دو ہی سوال یعنی (۱) خلقت کس چیز سے۔ کیوں اور کب ہوئی؟ اور (۲) نجات اور اس کے حصول کے ذرائع کیا ہیں؟ پر تقریریں ہوئی تھیں۔ کہ مولوی صاحبان اور پادری صاحبان یہ مشہور کرکے کہ میلا ختم ہو چکا ہے روانہ ہو پڑے۔ ۳۔ ہندوؤں کو آٹے کا دیا کہتے تھے۔ جسے باہر رکھو تو کوّے کھا جائیں۔ اور اندر رکھو تو چوہے چٹ کریں۔ ۴۔ ۱۸۷۷ء میں یہ دربار دہلی میں منعقد ہوا۔

تھا درشن سے محظوظ اپنا پرایا — بہت اہل دربار نے لطف اٹھایا

جو تھے اُن دِنوں پیشوایانِ ملت

مہرشی نے دی اُن کو اک روز دعوت

مسلمان۔ عیسائی برہمو سماجی — مہرشی نے سب کو دھرم کی صلا دی

کہا کیوں الگ پھرتے ہو بھائی بھائی — ہے تلقین ویدوں کی ہم سب کی سانجھی

ہے ازلی خدا کی یہ تعلیم ازلی۔

نہ بدلی گئی ہے نہ جائے گی بدلی۔

نہ گو وید پر لائے اغیار ایماں۔ — رِشی کی صداقت کے تھے سب ثنا خواں

کہا ہند کا ہے تُو روحانی سُلطاں — زباں پہ تھا کہسار و دریا کی ہاں! ہاں!

وہ ٹوٹا جو تھا وید و دنیا پہ تالا

دیانند سوامی! ترا بول بالا

۳۔ سر سید احمد خان ہمیشہ سوامی جی کو اسی لقب سے یاد کرتے تھے۔ دیگر اصحاب بھی جو سوامی کی صحبت بابرکت سے فیضیاب ہوئے بغیر اس لحاظ کے کہ اُن کا کیا مذہب تھا سوامی کی سدھائی بندگی کے قائل تھے۔

ا۔ سر سید احمد خان۔ بابو کیشب چندر سین۔ بابو نوین چندر رائے۔ شری ہریشچندر چنتامنی منشی کنہیا لعل الکھ دھاری۔ منشی اندرمن وغیرہ وغیرہ اصحاب سوامی کے ڈیرے پر تشریف لائے۔ ۲۔ وید کا الہام شروع آفرینش میں چار رشیوں پر ہوتا ہے۔ اور اُس کے بعد اُس میں کوئی تحریف و تصریف نہیں ہوتی۔ کیونکہ پرماتما علیم کل ہے۔ اور اُس کے احکام تمام زمانوں پر یکساں حاوی ہیں + ۳۔ دعوت +

۴۔ سوامی کے وقت سے پہلے غیر مذاہب والوں کا تو کیا ذکر۔ اپنی ہی قوم کے کئی حصوں کا وید پڑھنا ممنوع تھا۔ عورتیں شودر سمجھی جاتی تھیں۔ اور انہیں وید تک پہنچنے نہ دیا جاتا تھا۔

بمبئی ۱۹- پونے کا سوانگ ۱۸۷۵ء

تھے وِشرانت اب رہتے سوامی سفر میں گذر جاتے ہفتوں انہیں رہگذر میں
کبھی اِس نگر میں کبھی اُس نگر میں گئے پہنچ پھرتے مہاراشٹر میں

رکیا بمبئی میں جو اکبار ڈیرا
تو پہلا سماج اپنے ہاتھوں سے کھولا

کسی کو خبر کیا، یہ ہے رُوح اُنکی۔ رکھی ہے صداقت کی بنیاد پکی۔
یہی عقل کو نقل سے ہے ملاتی۔ یہیں سے جہاں کو ہدایت ملیگی۔

یہیں بے نوا اپنا روئیں گے رونا
اِسی کو ہے بھارت کا ہر داغ دھونا

یہی ہونگے اسلاف کے نام لیوا یہی وید ودیاؤں کے پانی دیوا

بقیہ صفحہ گذشتہ۔ وید کی اندرونی شہادت سے ثابت ہے۔ کہ شروع میں یہ بندش نہ تھی۔ بعد میں اہل بدعت نے اس کا اختراع کیا۔ سوامی نے پرماتما کی دین سب کے لئے عام کر دی۔ جیسے پرماتما بلا تخصیص شخصی سب کے ساجھے رہتا ہیں۔ ان کی برکتیں بھی بلا تخصیص فرقہ و فرد سب کے لئے عام ہیں۔

۱- ہندوستان کا مغربی ساحل اور دکن کے آس پاس کا میدان۔ احاطہ بمبئی میں شامل ہے۔ مرہٹوں کا دیش یہی ہے۔ ۲- ۱۸۷۵ء کا واقعہ ہے۔ سوامی نے اپنی انجمن کا یہ نام سمادھی میں محو ہو کر تجویز کیا تھا۔

۳- آریہ سماج کی بڑی خوبی یہ ہے۔ کہ یہاں پرانے رواج اور روایات عقل کی کسوٹی پر پرکھے جا کر قابل پذیرائی ہوتے ہیں۔

اناتھوں کے ودھواؤں کے ناؤکھیوا کرینگے یہی روتے دُکھیوں کی سیوا
غذا بھوکے مرتوں کو پہنچائینگے یہ
پکار اُنکی سُنکر تڑپ جائینگے یہ
دِکھائینگے یہ بھولے بھٹکوں کو رستہ نکالینگے رہرو کے پاؤں سے کانٹا
یہی ڈوبتوں کی اُبھارینگے نیا۔ یہی دل شکستوں کا ہونگے سہارا
رِشی نے بظاہر سماج اپنا کھولا
جو سچ پوچھو اک کھیت رحمت کا بویا
پدھارے وہاں سے مہاراج پونا۔ جو عظمت کا ہے مرہٹوں کی نمونہ
شِواجی نے بخشا جسے فخر دونا نہیں اب بھی یہ شہر بیروں سے سُونا
شِواجی کی ہے دھاک دیتی سنائی
ہے سرکار نے چھاؤنی واں بنائی
مہرشی نے ویدوں کا ڈنکا بجا کر کیا زیر باطل کو سچ کو مظفر
تھے اُپدیش مصری کی ڈلیاں سراسر دلوں میں کیا بیٹھی شکشاؤں نے گھر

۱۔ کشتی کے کھینے والے۔ ۲۔ [illegible] زلزلہ سانگڑہ اور قحط گڑھوال کے موقعوں پر جو کام آریہ سماج نے کیا ہے اس کا اعتراف سب حقیقت شناس کرتے ہیں۔
۳۔ ناؤ۔ کشتی۔ اسم تصغیر ہے۔ ۴۔ گورنمنٹ بمبئی کا موسم گرما کا دار الخلافہ ہے۔ اور چھاؤنی ہے۔ مہاراجہ شواجی کا جنم اسی جگہ ہوا تھا۔
۵۔ ظفریاب۔ فتح مند۔
۶۔ نصیحت۔ ۷۔ تعلیم۔ تلقین۔

گرو سے جو وید پڑھے اور پڑھائے   وہ شودر بھی رتبہ برہمن کا پائے

ہے کھتری جو میداں میں ہمت دکھائے   وہ ہے ویش جو دھن ہنر سے کمائے

بڑائی نہیں ذات کی کام آتی

یہاں پوچھتے ہیں ہنر اپنا ذاتی

کہاں چھپتے نام لے کر ہیں گنکر   کہاں وہ؟ جسے مانتے کل تھے شنکر

بنا مہر عداوت پہ آئے ہیں شنکر   ہوئے میرے پیرو یہ بدخواہ بنکر

بھگت نے سنی جب رشی کی یہ باتیں

گئیں دل میں کر اسکے گھر جھٹ یہ گھاتیں

کہا تم شرافت کی مورت ہو سوامی   نری مہربانی کی رحمت سوامی

دل افروز رکھتے طبیعت ہو سوامی   حقیقت میں اہل کرامت ہو سوامی

عوض گالیوں کے دعا دینے والا

دیانند سوامی! ترا بول بالا

بقیہ گذشتہ ۔ ویش اور شودر پیدائشی ہیں ۔ برہمن کا لڑکا برہمن ہوتا ہے ۔ کشتری کا کشتری وغیرہ ۔ ذاتوں کی تقسیم کہیں ختم نہیں ہوتی ۔ بلکہ ایک ایک ذات کی سینکڑوں ذیلی ذاتیں بنا دی گئی ہیں ۔ جگہ کی کمی کے سبب ہم اس جگہ اس جھگڑے کی تفصیل نہیں کرتے ۔

ا ۔ سوامی کا عقیدہ تھا ۔ کہ ورنوں کی تقسیم قدرتی ہے ۔ یہ ہر قوم میں پائی جاتی ہے ۔ مگر اس کی بنیاد پیدائش نہیں ۔ بلکہ ذاتی قابلیت ہے ۔ قوم کا جو فرد جس کام کے قابل ہے ۔ اسی پر اس کو لگانا چاہیئے ۔

۲ ۔ کل بھگت کو شنکر یعنی شو مانتے تھے ۔ اور اس کی پوجا کرتے تھے ۔ آج مجھ پر بھبکتے ہیں ۔ اچھا ہوا بت پرستی سے ہٹے ۔

ہوئے جس پہ پریگانے شیدا دوالہ
دیانند ہے ۲۲ ! بڑا بول بالا۔

۲۱۔ لنگوٹے والا

دیانند تھے بے بدل برہمچاری — نہ بھٹکی کبھی پاس شہوت میں ناری
ریاضت میں اُٹھتی جوانی گذاری — کٹی پاک اشغال میں عمر ساری۔
مشقت نے تھا جسم کو وہ کمایا — سمت ۱۹۲۷ بکرمی
سگنج — کہ بھٹی میں ہو شرم سے لال لوہا

کھڑا سانڈ تھا ایکدن رہگذر میں — بڑے طیش سے اسکی تھیں لال آنکھیں
جو ساتھی تھے بھاگے سبھی دائیں بائیں — رشی کی رہیں گرم رفتار ٹانگیں۔
کسی نے کہا گر وہ شوخی دکھاتا؟
جالندھر — کہاں میں پکڑ کر اُسے چت گراتا۔ — سمت ۱۹۳۳ بکرمی

مہرشی تھے جالندھر اکبار اُترے — سٹرک بیر ۔ راجہ بکرما سنگھ آتے

بقیہ گزشتہ: جلنے سے منع کرتے ہیں۔ مندر کے نزدیک آ جانے پر مقدمہ کرتے ہیں۔ اس تنگ دلی سے تنگ آ کر وہ قومیں دوسرے مذاہب کو اختیار کر رہی ہیں۔ ہندوؤں کی بیوقوفی دیکھنا۔ جب تک کوئی اچھوت ہندو ہے۔ تب تک اس سے چھونا پاپ ہے جب وہی عیسائی ہوا تو اس قدر نفرت نہ رہی۔ کھانے پینے کی بات چھوڑ کر باقی ہر طرح عزت سے پیش آتے ہیں۔ ۱۔ مجرد ۲۔ عورت ۳۔ مشغل کی جمع ۴۔ خدمت

۲۲- امر آتما

[آ]نند سامی کوئی بے خطر تھے ۔ نہ جس کو شہر کا نہ جنگل کا ڈر تھے
[..]دھاں کی دھمکی کا جنپر اثر ہے ۔ نہ رشوت ہی لیکر بنت درگذر ہے
کھری کھوٹی جو سب سے بے لاگ کہتا
[..] دس ۔ ہے پانی کو آب - آگ کو آگ کہتا ۔ سمت ۱۹۲۳ بکرمی
[..]شیر شی کے درشن کو آئے ۔ خبر بھی آنے کی اندر گئی کے
[..] با جو گی ہیں مصروف بیٹھے ۔ جو وقت اور فارغ ہو اس میں ملینگے
کلکٹر نے کہہ بھیجا فارغ ہوں دن بھر
[..]ی سے یکا یک رشی آئے باہر
[..]ہیانی! تم اک ضلع کے ہو افسر ۔ تمہیں اسقدر پھر فراغت ہے کیونکر؟
[..]ا کی حالت اسی سے ہے ابتر ۔ کہ ہیں آپ سے فارغ اُن پر کلکٹر
سُنی جب یہ تنبیہہ مردِ خدا سے
[..] کلکٹر تھے مارے حیا کے ذرا سے ۔ مطابق کمشنر ۔ سمت ۱۹۲۳ بکرمی
[..] تھا سوامی کا لیکچر ۔ اُسے سُننے آتے تھے تمام صاحب

[..] ح-۲- ضلع بلند شہر کے کلکٹر تھے -۳- چار بجے کے بعد فارغ [..]
[..] فلسفہ واشٹ میں آئے ہیں ۔

رشی نے کہا ہندوؤں کو یہ ہنس کر — نہیں قوم مورکھ کوئی تم سے بڑھ کر

بھلا پانچ کی جس کو کہتے ہو بیوی

کنواری رہی کس طرح وہ دروپدی

جو اغیار تھے واں ہنسے کھلکھلا کر — لگا ہنسنے سب ہندوؤں کی زبونی

مہرشی وہیں بولے پانسہ بدل کر — نصاریٰ کی دانائی ہے اس سے بڑھ کر

کوئی اس خرد کے دشمن کو کہے کیا

کنواری سے بھی ہوتے ہیں بیٹے پیدا

بھڑک اٹھے سنکر کمشنر صاحب — لگے گھورنے دیدۂ خشمگیں سے

ہنسی اب تھی کافور ہونٹوں سے انکے — رہے حسب دستور سوامی گرجتے

کمشنر نے رمزوں میں پیغام بھیجا

کہ سوامی! یہ مذہب پہ سختی ہے بیجا

ہوا دوسرے دن جب اپدیش انکا — تو مضمون روح کی ہستی کا چھیڑا

کہا آتما مار دو کوئی میرا — کمشنر کی دھمکی کو پھر میں سنونگا

۱- دروپدی کو مہابھارت میں پانچوں پانڈوؤں کی بیوی کہا ہے۔ مگر کہانی ایسے بیڈھنگے طور پر بیان کی گئی ہے کہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات غلط ہے۔ اس پر بھی اہل پُران اسے کنواریوں میں گنتے ہیں۔ ۲- حضرت عیسیٰ کے پیرو۔ ۳- عیسائی مہاتما عیسیٰ کا جنم کنواری لڑکی مریم سے مانتے ہیں۔ ۴- صاحب۔ جناب +

۵- روح۔ اس کی موت نہیں ہوتی +

حقیقت میں جب ہم کو مرنا نہیں ہے
تو پھر صاف کہنے سے ڈرنا نہیں ہے

عبث لوگ ہیں موت کو سمجھے ہوا | پرانا بدلتے ہیں ہم اس میں کرتا
کشن مہاشے اپنا پیرہن لا۔ | کشن وہیں وجد میں کہتا اٹھا

تو ہے آتما۔ تو نہیں مرنے والا۔
دیانند سوامی! ترا بول بالا۔

امرت ۲۲ - پھولوں کی برکھا سنہ ۱۸۷۱ء

مبارک وہ ساعت تھی اچھی گھڑی تھی | پدھارے دیانند نگری گورو کی۔
لگاتے تھے جو باسی پانی میں ڈبکی | رشی نے انہیں بخشا امرت حقیقی۔

وہاں میں تھا اعجاز سوامی کی کیا کیا
مسیحائی کرتا تھا اپدیش ان کا

کئی ایسے بھی تھے وہاں اہل بدعت | جو رہتے تھے ہر وقت مصروف [illegible]

۱- تناسخ کے قائل موت کو جسم کی تبدیلی سمجھتے ہیں۔ ایک زندگی گئی تو اپنے اعمال کے مطابق دوسرا جنم مل جائے گا۔ ۲- اس جسم کا خاتمہ کر۔ سے پھاڑ ڈال۔ ۳- امرتسر کو سکھ گورو کی نگری کہتے ہیں۔ ۴- دربار صاحب کے گرد بند پانی کا تالاب بھرا رہتا ہے۔ اس میں نہانا ثواب سمجھا جاتا ہے۔ ۵- وید کے اپدیش کے ذریعہ۔ ۶- معجزہ کرامات۔ ۷- مردہ دلوں کو زندہ کرتا تھا۔

جنہیں دھرم سے تھی جنم کی عداوت — طبیعت میں جنکی بھری تھی شرارت

لگے پھینکنے سر پہ سوامی کے پتھر

رشی بولے "یہ پتھر ہیں مجھکو گل تر"

رہے حسب دستور اعجاز کرتے — کہیں شیر بھی گیدڑوں سے ہیں ڈرتے

جو جاہل شرارت میں حد سے گزرتے — زباں میں یہ اپنی مٹھاس اور بھرتے

عوض ڈھیلوں کے پھول برسانے والا

دیانند سوامی! ترا بول بالا۔

۲۵- ماتر شکتی

میواڑ — سنہ ۱۸۸۳ء

تھے میواڑ میں کرتے پرچار سوامی — تھے مشہور دوراں صداقت کے حامی

زباں زد تھیں ہر سو صفات گرامی — تھا گھر گھر پڑا گونجتا نام نامی

سر شام کٹیا میں دربار لگتا

سنائی کو حاضر ہوا کرتے راجا

رشی کہتے "پرتاپ کا یہ نگر ہے — شجاعت کی بستی ہے جرأت کا گھر ہے"

۱- طاقت مادری - ۲- اشاعت - ۳- زمانے میں مشہور - ۴- اپنی صفتیں - ۵- دیگر راجاؤں کے علاوہ اودے پور کے راجہ بھی بار درشن سے فیضیاب ہوتے - ۶- ریاست اودے پور کے حکمران خاندان کی کورٹ - اکبر کے زمانے میں جب کہ راجپوت راجہ مغل بادشاہوں کو

(صفحہ آئندہ)

نہ ماتحت و افسر میں جھگڑا رہا کچھ
نہ محکوم و حاکم میں رگڑا رہا کچھ

ہوئے حاضر اک روز خلوت میں راجا کہا عرض کرتا ہوں اک لبھی با
ہے مندر مرے راج کے ساتھ لگتا ہے جاگیر پر اُس کی لاکھوں کا پٹّا[1]
بتوں کی اگر چھوڑ دو صبح ڈنڈی![2]
تو حاضر ہے چرنوں میں مندر کی گدی

رشی غیظ میں آ لئے یہ عرض سُنکر[3] کہا گدی کتنی ہے نازاں ہو جس پہ
ترے راج کی بھی تو ہے حد مقرر جو میں چاہوں اک دوڑ میں جاؤں باہر
ہے بے انتہا راج سائیں[4] کا میرے۔
تری جب میں مانوں کہ بھاگ آؤں اس سے

سُنی جب یہ تقریر ڈنڈی گورو کی ہوئی کرکری کلغی والے کی شیخی
گرا پاؤں میں اور مانگی معافی کہا نفی پرکھ ہمکو کرنی سو کرلی
تری خاک پا سیم و زر سے ہے اعلیٰ
دیانند سوامی! ترا بول بالا

١- پٹواری کا پٹا یعنی محصول۔ جس کا محصول لاکھوں تک پہنچے۔ وہ کتنے کی مالیت ہوگا۔ ٢- شکایت - تردید +
٣- غصہ - ٤- پرماتما +

۲۷۔ یُوں ہی بُت پرستی کی تھی نیو پڑتی۔

لگے جودھ پور کو جو جانے مہرشی — کسی نے کہا سوچ کر ہونا راہی۔
بھڑوں کا ہے چھتہ۔ جہولونکی[1] نگری — پڑا ہے بڑا فتنہ گھُٹی[2] میں اُن کی

کہا۔ یاں غمِ اہلِ خرد کا نہیں ہے
مرا دِل جہولوں کے غم میں حزیں[3] ہے

تڑپتے ہیں ہم تا کچھ اُنکو سکھائیں — جو حیواں ہیں ہم اُنکو انساں بنائیں
جو بتی بنا کر وہ ہم کو جلائیں — مری اُنگلیاں کاٹ کر دو نہ پائیں۔

اُجالا ہو کچھ اس شرارت سے اُن کی
مرا دل جلا پائے راحت سے اُن کی — سنہ ۱۸۸۳ء

کسی معتقد نے کہا اک دن اُن سے — رشی! اِتم ہو محبوب سارے جہاں کے
بہت خاک پا پر تمہاری ہیں صدقے — بہت پیاس میں تشنہ ذرّونکی ہیں مرتے

جو احساں زمانے پہ تُم نے کیا ہے
عوض اُس کا جو دے زمانہ بجا ہے

۱۔ درجہ انتہا کے جاہل۔ ۲۔ گھُٹی جو پیدا ہوتے ہی بچے کو پلاتے ہیں۔ مراد یہ کہ فتنہ اُنکی طبیعت کا خاصہ ہے۔ ۳۔ غمگین ہے۔ مراد یہ کہ ہمیں داناؤں کا فکر نہیں۔ بیوقوفوں کا غم ہے۔ ۴۔ روشنی۔

نہیں ایسے انساں سدا جنم لیتے　　نہیں درشن ایسے پُرش روز دیتے
نہیں ناخدا روز یہ کشتی کھیتے　　نہیں اندا سوئے کا بت چھپے سیتے
بُت ایک اپنا ہم کو بنا لے دو بھگوان
ہدایت سِلے اور کو - ہم کو درشن
کہا - دیکھنا بات کرنا نہ ایسی　　یوں ہی بُت پرستی کی جڑ ہو پڑتی
مٹے جس سے مٹی میں تعلیم حق کی　　ہوئی یاد کیا؟ وہ ہے تو ہین میری
میری راکھ تک کا نہ باقی نشاں ہو
میں خوش ہوں کریں کھا دکھینی کا اُسکو
سُنی معتقد نے جو تقریر سوامی　　کہا دل کو بھائی یہ تدبیر سوامی
پڑھینگے جو وید دل پہ تفسیر سوامی　　پھر گئی ان آنکھوں میں تصویر سوامی
ہے مر کر بھی جیتوں کے کام آنیوالا
دیانند سوامی! ترا بول بالا

۱- انسان - ۲- ملاح
۳- جو آپ کے بُت کو دیکھے گا - آپ کی صفات اُسے یاد آئیں گی - اور ممکن ہے - اسکی طبیعت میں وہ صفات آجائیں - مجسمے بنوانے کا ایک مدعا یہی بتایا جاتا ہے
۴- بیتیا د - پیچھے دنوں تجویز ہوئی تھی - کہ جس جگہ سوامی کا جسم جلایا گیا تھا - اس جگہ اُن کی یادگار میں ایک ویدی قائم کردی جائے - آریہ سماج نے اسی خیال سے اس تجویز کو نامنظور کیا تھا کہ کہیں زیارت گاہ نہ بن جائے

۲۸- کہا گود میں شیر کی بیٹھے کُتیا-

مہاراجہ درشن کو سوامی کے آتے بڑے عجز سے پاؤں پہ سر جھکاتے

تبھی بیٹھے جب مہرشی بٹھاتے منوکا بچن ان کو سوامی سُناتے

کہا جوڑ کر ہاتھ راجہ نے اک دن

دیا کیجے بندوں پہ بندوں کے محسن!

کبھی راج محلوں میں تشریف لاؤ غریبوں کے ڈیرے کی رونق بڑھاؤ

پیاسے اہل دربار کو ہے مجھے تو- کبھی گھر پہ پیاسوں کو امرت چکھاؤ

نہ رکھو عنا خاطر مطمئن میں

بچھی ہیں یہ آنکھیں سما جاؤ ان میں

گئے دوسرے دن جو دربار ڈنڈی خبر دی نہ راجا کو آمد کی اپنی-

مہاراجہ کی ننھی جاں تھی چہیتی پہنچے تو تھی اٹھ رہی اسکی ڈولی

مہرشی کی جھٹ خون آنکھوں میں اترا

کہا- گود میں شیر کی بیٹھے کتیا؟

ا- منوسمرتی- بالخصوص اس کا وہ حصہ جس میں طریق سلطنت کا بیان ہے- ۲- بے پروائی- جوگیوں کو کسی کی پرواہ ہے- ان کا دل شانت ہے- راجوں کا انہیں لحاظ کیا +

۳- ایک فاحشہ تھی- راجہ کو اس سے بہت محبت تھی +

گئے ڈوب سکتے میں دربار والے   بنے نقشِ دیوار حیراں کھڑے تھے
نگہ شرم سے بادشہ کی تھی نیچے   اشاروں میں دیوار و در یہ کہتے تھے
ترے رعب نے روندراجوں کو ڈالا + دیانند سوامی! ترا بول بالا

امرت کا پیالہ

بھڑک کیا ملی جو گئے نکتہ داں سے   اٹھا دل مہاراج کا ننھی جاں سے
یہ ننھی پہ اظہر[1] تھا روزِ عیاں سے   کہ پہنچی گیا بھاگ زادِ کماں سے۔

مہاراجہ کو آئی عصیاں[2] سے نفرت
پریشاں ہوئی ننھی جاں کی طبیعت

کنارہ کیا شاہ افسوں نظر[3] نے   کلیجے میں تم کے لگے تیر اُترنے
لگی شاہ دیجو[4] کی فرقت میں سہنے   لگی ساز باز اہلِ دولت[5] کرنے

تھے سازش میں شامل وہ سب اہلِ دولت
گئی جن سے تھی چھن عنانِ حکومت

برہمن رشی کا تھا بھوجن بناتا   اُسے دیکے رشوت شریروں نے گانٹھا
رشی دودھ پی کر جو کھٹیا پہ لیٹا   ہوا پیٹ میں یک بیک درد پیدا

۱۔ روز روشن سے زیادہ ظاہر تھا یعنی وہ اچھی طرح جان گئی۔ ۲۔ گناہ۔
۳۔ جس کی نظر میں جادو تھا۔ محبوب۔ ۴۔ محبوب۔ دلدار۔
۵۔ راج میں اصلاحات کی وجہ سے +

یوں ہی سوتے سوتے کئی بار جاگے
کرہ رہ کے اٹھتے پیٹ میں پیچ پڑتے

تھکے جوگ کا زور سارا لگا کر — جو نکلی پیٹ میں زہر آئی نہ باہر
جگایا برہمن کو آواز دے کر — کہ سچ کہیو دودھ آج کیوں تھا مکدر

وہ کرتا رہا صاف انکار پہلے
نگہ نے ٹھکانے کئے ہوش اس کے

رِشی کے لگا کہنے پاؤں پہ گر کر — کہ سوامی جگنناتھ نے کھائی ٹھوکر
کسی اہلِ دولت کے چکمے میں آکر — پیالے میں دی دودھ کے زہر حل کر

ہے سولی پہ کھنچنا ہی قسمت میں میری
نہیں میرا پرلوک میں آہ! کوئی

معاف آپ کردیں تو شاداں ہوں گا — نہ دوزخ کی زحمت سے ہرگز ڈروں گا
خوشی سے تیاری اجل کی کروں گا — قدم ہلکا راہِ عدم میں دھروں گا

کہا تو نے ہم کو بتایا ہے سچ سچ
یہ لے زادِ راہ۔ بھاگ اور موت سے بچ

۱۔ بیلا - ملا [illegible] ۲ - [illegible] ۳ - اس برہمن کا نام تھا جو سوامی کا بھوجن بناتا تھا۔
۴ - [illegible] [illegible] - یعنی مرنے کے بعد۔ ۶ - بغیر کسی بوجھ کے مروں گا
۷ - راستے کا خرچ

مجھے زہر اپنے لئے انگبیں سے — مگر غم ہیں بھارت کے خاطر حزیں سے
کہا مل کے تاروں نے ہیں ہائے تقدیر — دیا وان مجھ سا زمیں پر نہیں ہے
جو دے زہر کے مول امرت کا پیالہ — دیانند سوامی ہترزبول بالا

اجمیر — ۳۰- امر جوت — سمہ ۱۸۸۳ع

لگے میرے سوامی کو چھالے ستانے — لگے ہیبوں دست انہیں زور آنے
کیا زہر کا کام الٹا دوا نے — نہ آئی طبیعت، نہ آئی ٹھکانے
مہرشی کی قسمت کے تھے پھیر الٹے
معالج ہمراز سب تھے جاں کے
رہے دست پر دست ہر روز جاری — لگی ہونے بیہوشی رہ رہ کے طاری
حرارت سے بڑھتی گئی بیقراری — رشی کو ہوئی لاگو شامت ہماری
پھپھولے اٹھے ناف سے تھے زباں تک
جگر سے یہی سوز پہنچا تھا جاں تک
وہ سوامی جو ہاتھی کی طاقت تھا رکھتا — اٹھی تیغ کو ہاتھ سے ٹکڑے کرتا
تھا بیخوف راجوں کے سر پر گرجتا — تھا لاچار کھٹیا پہ آج آہ! لیٹا

۱- شہید - ۲- دل غمگین ہے - ۳- رحمدلی - ۴- ہماری بدقسمتی کہ رشی ایسے بیمار ہوئے - ۵- دیکھو لنگوٹ والا - صفحہ - ۶- دیکھو شمشیر شکن صفحہ
۷- دیکھو صفحہ

تڑپتے کٹیں درد سے سترہ راتیں
نہ آرام آیا ذرا جودھ پور میں

لگے کہنے سوامی - چلو کوہ آبو　　نہیں چین آنکھایاں کوئی پہلو
ہوا میں ہے ہونا پہاڑوں کی جادو　　کہیں روگ کا ہیر کشا ئد ہو دارو

لگے راجہ رونے کٹی ناک میری
مہرشی گئے راج سے میرے روگی"

رشی کو سُلا یا گیا پالکی میں　　تھا ڈوبا کھڑا راجہ شرمندگی میں
نہ رکھا دقیقہ اُٹھا بندگی میں　　کہا پاؤں پر گر کے - ارماں ہیں جی میں

جو صحت میں کرتا مہرشی کو رخصت
نہ یوں پاؤں پڑنے میں ہوتی ندامت

کسی ڈاکٹر نے جو سوامی کو دیکھا　　کہا تیرا سادھو! جگر ہے غضب کا
تو اس درد میں جمعیت سے ہے جیتا　　نہیں اُف زباں سے تری کوئی سنتا

گئے کوہ آبو سے اجمیر سوامی
اشاروں میں کرتے تھے شیریں کلامی

کہا ایک دن کوئی نائی بلاؤ　　ہمیں آج پانی سے مل کر نہلاؤ
جو کھانا کہ ہو سب سے شیریں پکاؤ　　حلاوت کا اک خانچہ بھر کے لاؤ

تھے سب شکر کرتے ہے حال آج اچھا
خبر کیا؟ سنبھالا تھا بیمار لیتا

نہا کر جمایا مہرشی نے آسن　　ہوئے دھیان میں محو کھلوا کے روزن
سُریں وید کی میٹھی میٹھی لوانن　　بکھرتی تھیں انوار رحمت کے دامن

رضا پر کہا تیری سائیں ہوں راضی
وہ لو آتما سانس کے ساتھ چل دی

رشی چین سے آخری نیند سویا　　تھا چہرے پہ نور اب بھی اس کے چمکتا
گوروودت کہ رکھتے تھے ایمان بودا　　سماں دیکھ کر اُن پہ چھایا اچنبھا

کہا مر کے بھی تم نہیں سوامی مرتے
ہیں مردار ہم جیسے مرنے سے ڈرتے

۱۔ مرنے سے پہلے تھوڑی دیر کے لئے بیمار اچھا ہو جاتا ہے۔ اُسے سنبھالا لینا کہتے ہیں۔
۲۔ روشندان۔ ۳۔ اونچی گاتی ہوئی۔ گویا وید خود بولتا تھا۔
۴۔ جھروکوں سے سورج کی کرنیں اندر آ رہی تھیں۔ ادھر سوامی ملہند آواز میں وید منتر گا رہے تھے۔

(۵) پنڈت گوردت ودیارتھی ایم اے۔ جن کی جائے ولادت ملتان تھی۔ نہایت شاندار زمانہ طالب علمی کے بعد ایم اے ہوئے۔ اس امتحان میں پنجاب میں اول رہے۔ آریہ سماج کے ممبر ہو کر بھی پرماتما کی ہستی کے پورے قائل نہ تھے۔ سوامی جی کی موت کا نظارہ دیکھ کر آستک ہوئے۔ اُن کے دوستوں کو آج تک یاد ہے۔ کہ اجمیر سے واپس آ کر اُن کی
دیکھو ص

ॐ

دیانند آنند ساگر

کا

ضمیمہ

یعنی

وہ نظمیں جو رشی دیانند کی شان میں اخبارات

کے

خاص نمبروں میں شائع ہو چکی ہیں

رشی کے چرنوں میں

آنکھ نورانی ہوئی دیکھ کے صورت تیری
شکر! صد شکر!! مٹی خانہ بدوشی دل کی
[illegible] ہما سے برتر
[illegible] ہوں ٹوٹے
دوست و دشمن تری حق گوئی کے خود شاہد ہیں

دل تڑپتا ہوا یاد آئی جو سیرت تیری
گر گئی سینے میں گھر جب سے محبت تیری
لیتے سر پر ہیں جو ایک ایک ہدایت تیری
کر گئی زندہ ہمیں شان شہادت تیری
روکش آئینہ تھی صاف صداقت تیری

۱۔ رشی سے عقیدت ہونے سے پیشتر دل بے ٹھور ٹھکانہ تھا۔ کبھی اس عقیدے کا قائل تھا۔ کبھی اُس عقیدے کا۔ جب سے رشی کے قدموں پہ سر رکھا۔ دل کو یکسوئی حاصل ہوئی۔ بارے پریشانی سے نجات ہوئی۔

۲۔ فارسی شاعروں کا وہ فرضی پرندہ جس کے سایہ میں آنے سے برکت حاصل ہوتی ہے۔ سوامی کی ہدایات پر چلنا ہی ہما کو پیچھے چھوڑتا ہے۔ ایک ایک بال ہی ہما سی برکت ہوتی ہے۔

۳۔ رشی کی موت زہر سے ہوئی۔ کئی بار پہلے بھی انہیں زہر دی گئی۔ وہ ہمیشہ ہمیں امرت کے چشمے بخشا کئے۔ معرفت کی وہ وہ باتیں سمجھائیں۔ کہ عاقل کے لئے دریچہ کھل گیا۔

۴۔ آئینہ میں نظر ڈالنے سے اپنا منہ نظر آتا ہے۔ انسان خود بینی کا عادی ہوتا ہے۔ رشی سب کے عیب ثواب صاف کہتے تھے۔ اس میں اپنے پرائے کی تمیز نہ تھی۔ نتیجہ یہ تھا۔ کہ جو ان کے نزدیک کوئی دن رہا۔ خواہ مخواہ خود بینی سے باز آیا۔

دِل نہیں تجھ میں دلارائی کی پرتاثیر ہے
ہاں نہیں پیارا۔ مگر پیارے کی تو تصویر ہے

وہ سرِ پُر مغز تیرا بیچ میں اُٹھا ہوا ! ہر سر موجس کا ذاکر تیرے ذکر و فکر کا !
چوڑی پیشانی سراسر مطلع ذہن و ذکا روشن آنکھوں میں سُرورِ سرمدی کی ضیا

پھول سے ہیں گال۔ دکھلاتے تجرّد کی بہار
چھو نہیں سکتا انہیں جھونکا خزاں کا زینہار

سینہ صافی کی وہ وسعت کہ دو عالم ہیں تنگ دیکھکر بازو کی طاقت پہلوانِ دنیا کے دنگ
قوم کی اصلاح ہو جس سے وہ چھاتی میں اُمنگ طبعِ نورانی کو زیبا ہے ترا نورانی رنگ

وید کی تانوں سے بھرا چشمہ حیواں گلو۔
اس لبِ معجز نما سے ٹپکا امرت چار سُو

۱۔ ذکر کرنے والا۔ بیچ میں اُبھرا ہوا سر جیسا سوامی کا ہے۔ کثرت عبادت کی نشانی ہے۔ ۲۔ طلوع ہونے کا مقام۔ ۳۔ ہمیشہ قائم رہنے والی لذّت جو جگیوں کو حاصل ہوتی ہے۔ مرتاض کی آنکھوں میں اس لذّت کی روشنی پائی جاتی ہے۔ ۴۔ مجرّد رہنا +
۵۔ سوامی کو دُنیا اور عاقبت دونوں کی اصلاح کا خیال تھا۔ لیکن اس میں اُس کی تسلّی نہ تھی۔ کوئی اور دُنیا بھی ہوتی۔ تو سینے میں سما جاتی + ۶۔ پہلوان لنگوٹ والا ۷۔ آبِ بقا کا چشمہ۔ ۸۔ معجزہ کرنے والے ہونٹ۔ مراد یہ ہے۔ کہ سوامی کے اُپدیش سے لاکھوں کی نجات ہوئی +

سخت تر فولاد سے ہیں سب بدن کی ہڈیاں　　جسم کی لطافت کے پردے میں نہاں دل کی تواں
رگ رگ میں ہیں قصرِ بدن کی سخت رانیں بجلیاں　　یوگ کے آسن کو شایاں ہیں یہ چوڑی پنڈلیاں

کیا تن عریاں پہ تیرے کر سکیں بدخواہ چوٹ
لاکھ جوشن سے کڑا ہے اک تجرد کا لنگوٹ

چاہتا ہے جی ترے قدموں میں ہیں سر کو جھکا　　اور نہ ہو سوئے ادب تو لیں گلے سے بھی لگا
تجھ کو آنکھوں پر رکھیں پر ایں فلک کی لڑیاں ہیں　　پھول سے بڑھ کر ہے تو موتی ہیں ہم گستر

بت پرستی کا نہ ہوتا ڈر تو تجھ کو پوجتے
ہم دیانند آج ہوتے بھگت اگر ہوتے ترے

تلاشِ حق

اے تلاشِ حق! کہاں ہے تیرا پاکیزہ مقام؟　　کس زبانِ پاک سے لیتے ہیں تیرا پاک نام؟
جلوہ گر کیا عرش پر ہے تیرا ملکوتی نظام　　اے صفا کیشوں کی دیوی! کیا تجھے جھوٹوں سے کام

۱۔ بدن ایک محل ہے اور رانیں اُس کے ستون ہیں۔
۲۔ ریاضت۔ مرتاض لوگوں کی بیٹھک خاص قسم کی ہوتی ہے۔
۳۔ ننگا جسم۔　۴۔ زرہ بکتر۔
۵۔ بے ادبی +
۶۔ فرشتوں سے تعلق رکھنے والی ترکیب۔ عالم بالا کی بندش۔
۷۔ وہ لوگ جن کا مذہب دل کی صفائی ہے +

جابجا یاں[1] جال ہیں تذویر کے پھیلے ہوئے
بند کٹ جاتے ہیں درشن سے[2] [illegible] جھوٹ کے

کونسے مندر میں تیری جلوہ گر ہے مورتی[4]   کن دیوں سے ہیں پجاری تیری کرتے آرتی[5]
کیسا آداہن[6] ہے تیرا، کیا ہے پوجا کی ودھی[7]   دیتے صبح و شام ہیں کیا تجھ کو پنڈت آہوتی[8]

چاہ درشن کی ہے تیرے۔ اے دیوی کن آنکھوں میں ہے[9] -
چاشنی ذکرِ نکو کی تیرے، کن ہونٹوں میں ہے

ہے کلیسا[10] میں، یا مسجد میں ہے تیرا مستقر[11]   ہے مدینے میں تری منزل، یا کاشی میں ہے گھر[12]
تیرا وہ بے لاگ جلوہ ہے مجھے مدنظر   صاف پاتے ہیں جسے اہلِ بصیرت جلوہ گر

۱- زمیں پر - ۲- مکاری - ۳- جہاں تو ہے عرش پر - ۴- مورت -
۵- مورت کی تعظیم کے لئے اس کے آگے دیئے جلا کر پیش کئے جاتے ہیں - یہ ایک سجدے کی صورت ہے ٭
۶- ایسا منتر پڑھنا جس سے دیوتا موجود ہو - ۷- طریق - ۸- خوشبودار دھونی - دیوتا کے خوش کرنے کے لئے پیش کی جاتی ہے۔
۹- وہ آنکھیں کونسی ہیں، جو تجھے دیکھنے کی مشتاق ہیں - اور وہ ہونٹ کونسے ہیں، جو تیرے گیت گاتے ہیں - بالعموم طبیعتیں سچ کی جویا نہیں -
۱۰- عیسائیوں کا بڑا گرجا -
۱۱- جائے قرار - مقام -
۱۲- مسلمان مدینے حج کرنے جاتے ہیں - ہندو کاشی کی جاترا کرتے ہیں ٭

لحنِ موہن کے گلو کا۔ چشمِ گوتم کی ضیا!
دور بیں آنکھوں نے گیلیلیو کی تجھکو پالیا
اِس گئے گذرے زمانے میں کہ ضو مختلط تھیں | استواری اہلِ عالم کے عقیدوں میں نہ تھی
دل کی کمزوری ہوئی غارت گرِ دینِ متیں | صرصرِ اوہام سے بود ہوئے سب قصرِ دیں
ہو گیا تیرا جنم پھر خطۂ گجرات میں۔
برق تھی دہقاں کو ڈہارس اس کی تعمیرات میں
جاگتا شوراشٹری میں اک برہمن طفل کا | حق میں اہلِ ہند کے گویا ہوا شمعِ ہدیٰ
وسوسوں نے شام تا صبح رکھی چشم وا | دل کی بیداری میں بار آور ہوا وہ رتجگا
اٹھ رہے سینے میں تھے جو مول شنکر کے شرر
تیری مشعل تھی۔ ایا نے طفل کو تھی کیا خبر؟

۱۔ موہن کرشن جی کا نام ہے۔ آپ بانسری بجایا کرتے تھے۔ یہاں گیتا کی طرف اشارہ ہے۔ جس میں حقانیت کے رموز کی تفسیر کی گئی ہے۔
۲۔ گوتم بدھ۔ حق کی تلاش میں گھر سے نکلے اور بدھ مذہب کے بانی ہوئے
۳۔ آلہ دوربین کا موجد۔ ۴۔ عقیدت کا کال ہے۔ ۵۔ مضبوطی۔
۶۔ مضبوط مذہب کی بنیاد دل کی کمزوری کی وجہ سے کھوکھلی ہے۔
۷۔ وہم کی آندھی نے دھرم کے محل کی بنیاد کچی کردی ہے۔
۸۔ سوامی گجرات کاٹھیاواڑ کے رہنے والے تھے۔
۹۔ بجلی سے غلہ کا خرمن جل جاتا ہے۔ مگر نہایت تاریکی میں جہاں دیکھو

کن بیابانوں میں گذرا کن پہاڑوں پر گیا — وار جو تجھ پر ہوا وہ اپنی جان پر سہہ لیا

بااماں خونخوار جبڑوں سے درندوں کے رہا — ہر قدم پر خوف اسے گھر کے تعاقب کا رہا

پتے پتے میں اُسے جاسوس آتے تھے نظر۔

باپ نے بھیجی تھی اک پلٹن پسر کی کھوج پر

سانپ کے سر پہ قدم دھرتا کبھی تیرے لئے — ریچھ پر سونٹا علم کرتا کبھی تیرے لئے

جیتے جی دم موت کا بھرتا کبھی تیرے لئے — خوف میں جیتا کبھی مرتا کبھی تیرے لئے

آڑ مل جاتی کبھی اس کو گھنے اشجار کی

برہنہ رہتا کھڑا جاڑے کی راتوں میں کبھی

آ گئے اہل علم کے کرتا رہا گردن کو خم — پر نہ بھولے سے کبھی جھکنے دیا نیرِ اعلم

وہم کی ہستی مٹادی تیغ حق سے۔ تھا — دی ترقی جستجوئے علمِ حق کو دمبدم

۱۔ سیڈم بلیوٹسکی اپنی کتاب موسومہ "ہندوستان کی غاروں اور جنگلوں کے حالات" میں ایک واقعہ بیان کرتی ہیں۔ کہ سوامی کے دشمنوں نے سوامی کے پاؤں پر ایک سدھا ہوا سانپ پھینکا تھا۔ اور کہا تھا۔ کہ خود دیوتا آپ کو سمجھا دیگا۔ سوامی نے ایک جھٹکے سے اُسے پاؤں سے دُور پھینک دیا۔ اور پیروں تلے روند کر مار ڈالا ۔ ۲۔ جنگل میں ایک دفعہ ریچھ ملا تھا رشی نے سونٹا سامنے کیا اور وہ بھاگ گیا ۔ ۳۔ دیکھو سنیاس ص۔

۴۔ دیکھو سنیاس ص ۳۵ جہاں بیٹھا پایا کوئی سچا گیانی الخ

۵۔ جھنڈا۔ کسی کے لحاظ سے سچ کی تلاش نہ چھوڑی۔

گستاخ ہے گستاخی ہیں کرتا نہیں دلیری　　آسن پہ چڑھا پھر بھی نہیں شوخ کو سیری
ہیں! بھینٹ کو شو جی کی ہے جو ٹھا کئے دیتا
ہے خاک بھرے پاؤں سے شو لنگ پہ چڑھتا

یہ عالم بیداری ہے؟ یا عالم رویا　　اے دل! یہ حقیقت ہے کہ دھوکا ہے سراپا
سچ کہنا کھلی ہے کہ مندی؟ دیدۂ بینا!　　اس دیکھنے پر مجھکو یقین نہیں آتا۔
اے رت جگے والو! کوئی ہشیار نہیں ہے؟
ہیں جاگتے۔ پر وہ دل بیدار نہیں ہے

چوہے کے برابر بھی انہیں ہوش اگر ہو　　پتھر کے لئے قوم نہ یوں خاک بسر ہو
آنکھوں میں اگر پتلی ہو پتلی پہ نظر ہو　　سینے میں اگر دل ہو تو صاف اس کو خبر ہو
حیراں ہوں سمجھ میں نہیں آتی یہ پہیلی۔
گنپت کی سواری ہے چڑھی پیٹھ پہ شو کی

۱۔ شبت کے بیٹھنے کی جگہ۔ ۲۔ شو کا بت۔ ۳۔ جاگنے کی حالت۔
۴۔ خواب کی حالت۔
۵۔ دل پر جہالت کا پردہ ہے عقل سے نہیں دیکھتے۔
۶۔ بجھارت۔
۷۔ گنیش بیٹا ہے۔ شو باپ ہے۔ سواری پر سوار چڑھتا ہے۔ مگر یہاں بیٹے کی سواری نے باپ کی پیٹھ پر زین کس لی ہے مقام حیرت ہے۔

اے مخزنِ انوار[1]! تو دروازہ کھول[2] ۔ سب بندوں کے سردار! تو دروازہ کھول

شنبھو[3]! مرے دلدار! تو دروازہ کھول ہیں طالبِ دیدار تو دروازہ کھول

پتھر میں نظر ہی نہیں آتی تری صورت

آ دل میں مرے - چاہیے گر گوشۂ خلوت

کیوں عام زیارت کی اجازت نہیں ملتی کیوں سب کو برابر یہ سعادت نہیں ملتی

سب پیاسے ہیں جس کے وہ حلاوت نہیں ملتی سب جس کو ترستے ہیں وہ لذت نہیں ملتی

ہاں! قیدِ تعین[4] کی مٹا دے مرے پیارے!

وسعت کی لگن دل کو لگا دے مرے پیارے!

جلوہ ترا ہر روپ میں ہر رنگ میں دیکھوں شیشے میں تجھے دیکھوں تجھے سنگ میں دیکھوں

کاویری[5] میں جو دیکھوں تو ہی گنگ میں دیکھوں اور چاہوں تو دل کے صحنِ تنگ میں دیکھوں

تنگی ہو مرے آگے تو تنگی میں سما جا

وسعت پہ نظر ہو تو وسعت میں آ ۔

۱۔ نور کا خزانہ پرماتما۔ ۲۔ تاکہ نور عالم میں پھیلے۔ اور ہم دیدار سے فیض یاب ہوں۔ ۳۔ مہادیو۔ شوجی۔ یہاں پورانوں کے مہادیو سے مراد نہیں۔ پرماتما سے مراد ہے۔

۴۔ کسی خاص صورت سے مخصوص ہونا۔ صوفیوں کی اصطلاح ہے۔

۵۔ دکن میں ندی ہے۔

دفتر باطل!

دیانند کتابیں لئے جمنا کے کنارے کھڑے ہیں۔ گرو کا حکم ہے کہ انہیں جمنا میں ڈال دو۔ اُن کی جستجو میں اپنی محنت کا خیال آتا ہے۔ تو جی رکتا ہے۔ اُس وقت جو دل پر گذرتی ہے۔ اس کا عکس ذیل کے اشعار میں مرقوم ہے +

حکم استاد ہے کہ جمنا میں گراؤں تمکو — دل یہ کہتا ہے کہ چھاتی سے لگاؤں تمکو

پھل ہو تم کوہکنی کا مری ٹوٹے ورقو! — ہڈیاں کھینچی ہیں اب جو گنواؤں تمکو

ہے دغا صاف اگر آنکھ چرالوں تم سے — صاف دھوکا ہے مگر اب جو چھپاؤں تمکو

میری قسمت کا نوشتہ ہے تمہارا ہر لفظ — محو کیونکر کروں؟ ماتھے پہ بٹھاؤں تمکو

تم مری لوری تھیں بالیں تھیں مرا وحشت میں — آج کن ہاتھوں سے لہروں پہ لٹاؤں تمکو

اے غم بے وطنی! اے الم بے پدری! — میرے ہمراز ہو کسطرح بھلاؤں تمکو

۱۔ پہاڑ کھودنا۔ پہاڑ کھود کھود کے تمہیں پایا ہے۔ ۲۔ کیونکہ تم میری ساتھی رہی ہو
۳۔ استاد سے دھوکا ہوگا۔ ۴۔ جیسے مقسوم ہر حال میں ساتھ رہتا ہے۔
اسی طرح تم میری ہستی سے وابستہ ہو۔ ۵۔ مقدس صحیفہ ماتھے [illegible] ہے۔ ایسا عوام
کا عقیدہ ہے۔ پیاری اور معزز چیز کو ماتھے پر بٹھاتے ہیں +
۶۔ ماں کے گیتوں کی طرح تسکین کا سامان ۔ ۷۔ سرہانا۔
۸۔ باپ کے نہ ہونے کا غم۔ دیانند غریب الوطن۔ گھر بار سے جدا۔ نہ باپ کا
سایہ ساتھ۔ نہ ماں کا پیار ساتھ۔ جنگلوں میں بے یار و مددگار پھرتے تھے۔
۹۔ بے کسی کے [illegible] اگر کوئی ساتھی تھا۔ تو یہی کتابیں اور دل پر ہجوم غم +

اے طلسمِ صورِ عالمِ فانی! مٹ جا

اے فریبِ عزمِ ہستی! اب نہ مجھے دے دھوکا

سر سے اس جھوٹ کے دفتر کو گرا دے اے دل!

صاف ہے۔ دفترِ باطل کی ہے وقعت باطل۔

کم ز طوفاں نہیں چپو کے جھکولے مجھ کو۔

ناخدا چھوڑ ہٹا جاتا ہے مجھ سے ساحل۔

علم ہے جس کا۔ کتابوں کے سبق سے بالا۔

آج قسمت سے ملا ہے وہ ادیبِ کامل۔

ان نوشتوں سے کروں پیار؟ کہ اس کا تب ہے؟

ہے قلم جس کا معارف میں حقیقت منزل۔

۱۔ فانی دنیا کی ظاہری صورتوں کی دلفریب ہستی۔ دیانند کا خیال یکایک پلٹ گیا ہے۔ ۲۔ سے دنیا کے خیال فریب دہ معلوم ہوتے ہیں۔ اور وہ کام کرنا چاہتا ہے۔ جو حقیقت میں روحانی راحت کا باعث ہو۔ ۲۔ غلط کتابیں پڑھ [illegible]

۳۔ ظاہرا ملاح کشتی کھینا معلوم ہوتا ہے۔ دراصل ناقص منجدھار کی طرف جا رہی ہے ہونے کو تو ان کتب میں طرح طرح کے علوم قلم بند تھے۔ مگر بجائے نجات دینے یا معرفت کا سبق سکھانے کے ان بدعتی کتب کے مطالعہ سے جہالت بڑھتی تھی۔

۴۔ پیرا گورو۔ سے حقیقی علم ہے کتابی نہیں۔ ۵۔ لکھنے والا۔ ۶۔ معرفت کی جمع۔ عرفان۔ ۷۔ حقیقت میں گھر رکھنے والا۔ یعنی حقیقت کی رموز قلم بند۔ دیکھو صفحہ ۱۱۸

اے سعادت! رہ عرفاں میں مری رہبر ہو
حکم استاد کا سہرا ہو ہمارا سہرا ہو

خاکِ پا

شاگردی کے دنوں میں ایک دن دیانند کو ونڈی گوروِ نے لات ماری۔
کسی نے سمجھایا۔ حضرت! یہ سنیاسی شاگرد ہیں۔ برہمچاری اور تپسوی ہے۔ اسے مارنا یا دھکانا مناسب نہیں۔ اسے تعلیم سے پڑھانا چاہیئے۔
دیانند کو معلوم ہوا تو حاضر خدمت ہو کر یہ التماس کی:۔

نہیں اکسیر سے کمتر مجھے کچھ خاکِ پا بھگوانؔ!
مجھے مٹی سے کندن کر گئی ٹھوکر تمہاری کیا بھگوان!

لتاڑو! مارو لاتیں، ٹھوکروں سے دھجیاں کر دو۔
جگہ خالی نہ چھوڑو۔ علم دو مجھ میں دبا بھگوان!

بقیہ صـ۔ کرنے والا۔ مراد یہ ہے۔ کہ مثری ورجانند تو دل کی تختی پر حقیقت کی رموز منقش کرینگے۔ پھر ان کتب سے کیا لینا ہے۔ جن کے مطالعہ سے وہم کی ترقی ہو +

۱۔ استاد کے حکم کی تعمیل سے علوم حاصل ہوتے ہیں۔ پس دیانند نے فوراً کتب کو جو اُس کی برسوں کی کمائی تھی۔ دریا میں پھینک دیا۔ ۲ حضرت۔
۳۔ کسی چیز کو لبالب بھرنا ہو تو پاؤں سے لتاڑتے ہیں +

یہ سنیاسی ہے ویراگی - تپسوی - برہمچاری ہے -
اسے مارا نہ کیجیے - آپ سے کس نے کہا بھگون !
وہ پاؤں دابنے دیجیے - یہی چرن ہے دی مجھے ٹھوکر
کہیں دُکھتا نہ ہو - پتھر سا میرا جسم تھا بھگون !
سدا شاگرد پر اُستاد کی چشمِ عنایت تھی ۱۰
انوکھی مہرِ خشم آلود میں صادق حلاوت تھی

بھینٹ کے لونگ

گلاب سی ہے نہ تم میں رنگت - نہ آم سا ہے مٹھاس تم میں
نہ تم میں ہے کیوڑے کی خوشبو - نہ مشک و ریحاں سی باس تم میں
نہ حسنِ گل کا ہے تم کو چسکا - نہ عشقِ بلبل کا پاس تم میں
ہیں جیسے صدبرگ کے ورق سو - نہ ایسے پتے پچاس تم میں

۱- تارک الدنیا - ۲ مرتاض -
۳- مجرد رہنے والا +
۴- وہ محبت جس میں غصہ ملا ہوا ہو - ۵ - لذت -
۶- ایک خوشبودار پودا ہے - اُسے بیری کہتے ہیں +
۷- سوئی کا پھول +

وہ تم میں کیا بات ہے۔ کہ جس پر دل آریوں کے مٹے ہوئے ہیں
بھلا کے سب پھول تمہیں کو وہ حرزِ بازو کئے ہوئے ہیں۔
رشی کے کام آنے والے لوگو! ہے سب سے بڑھ کر تمہارا پایہ
ہوئے ہو تم بھینٹ اس گورو کی رشی جسے جان نذر کرتا۔
بتاؤ! وہ حکم کیا تھا۔ جس کو فقط رشی نے سر پہ رکھا۔
وہ کون سے لفظ تھے۔ کہ جن سے گرو کی آنکھوں میں نور چھلکا
زمیں پہ قائم ہو جب تلک تم۔ وہ ہم کو فرماں سناتے جانا۔
کیا رشی نے جو اُس پہ پیماں۔ وہ ہم کو پیماں سناتے جانا

۱۔ بازو کا تعویذ۔ نہایت پیاری چیز جسے اپنے سے جدا نہ کیا جائے
۲۔ رشی دیانند جب اپنے گورو ورجانند جی سے فارغ التحصیل ہو کر رخصت لینے گئے۔ تو پرانے دستور کے مطابق انہیں نذر پیش کرنی تھی اور کچھ پاس نہ تھا۔ کہیں ونگوں کی جھوٹی خیرات میں مل گئی۔ وہی پیش کر دی۔ ۳۔ گورو کی آخری نصیحت۔ جیسے کانووکیشن کے دن ڈگری لینے والے امیدواروں کو یونیورسٹی کے چانسلر یا وائس چانسلر مخاطب کرتے ہیں۔ اسی طرح آریوں کا پرانا دستور یہ تھا کہ شاگردوں کو رخصت کرتے وقت گورو انہیں آخری نصیحت کرتا تھا۔
۴۔ گرو کی نصیحت کے جواب میں شاگرد کچھ عہد کرتے تھے۔ شری ورجانند کی نصیحت اور دیانند جی کے عہد کے لئے پڑھو اگلا صفحہ۔
۵۔ آگے بڑھو گورو کا فرمان۔ ۶۔ رشی کا پیمان آگے پڑھو۔

رشی کا پیمان

(گورو کے فرمان کے جواب میں رشی یہ عہد کرتے ہیں)

تمہارا ہر لفظ مجھ کو بھگون! ہزار تفسیر وید کی ہے۔
وہ پاس ہے اِس سخن کا مجھ کو جو تم کو توقیر وید کی ہے۔

جو پھول جھڑتے ہیں اُن لبوں سے ہیں باغ عرفاں عطر سارے
بسی زباں پر مرے گورو کی، ہمیشہ تقریر وید کی ہے

نہ عوضِ تعلیم کا ہے ممکن نہ بھینٹ ہے پاس میرے بھگون!
یہ نذر تو ملک ہے تمہاری۔ جو دل میں تنویر وید کی ہے۔

جو چاہو۔ ہر کنکری کو دیدوں۔ کہو تو مہر اور مہ کو بخشوں
تمہارے ہونٹوں کا صدقہ۔ ہر ذرہ مجھکو تصویر وید کی ہے

نہ دل میں یادِ وطن کا چرکا۔ نہ سر میں گھربار کا ہی سودا
یہاں تو خاک اور خوں سے منظور اپنے تعمیر وید کی ہے

۱۔ تمہارے ۲۔ برہم ودیا کا نچوڑ ۳۔ کیونکہ یہ آپ کی بدولت ہوئی ہے
۴۔ روشنی ۵۔ چھوٹے بڑے کو ۶۔ چیدہ اُدھیکاری (مستحق) طالب کو۔
۷۔ مجھے موجودات کے ذرہ ذرہ میں وید کے اصول کام کرتے معلوم ہوتے ہیں
۸۔ اپنی مٹی اور خون کے گارے سے ہم وید کی عمارت تعمیر کرینگے +

یہ پاؤں دیں تاج شہ کو ٹھوکر۔ بدل لیں مٹی سے لعل و گوہر
جہاں میں مدِّ نظر ان آنکھوں کو عام تسخیرِ وید کی ہے
یہ سانس ہے تب سے سانس اپنا۔ ہوا ہے جب وید ورد اس کا
یہ جاں ہوئی تب ہے جاں ہماری کہ اس میں تاثیر وید کی ہے
کنشتِ آتش کدے کو چھوڑے۔ براگی[1] دھونی کو راکھ کر دے
جہاں میں کر دوں وہ آگ روشن کہ جس میں تنویر وید کی ہے
سکھاؤں لاما[2] کو بدھ بننا۔ سبق اہنسا[4] کا جین کو دیں۔
دھرم کے سینوں میں سب ہیں آن سے کہوں جو تعبیر وید کی ہے
ہلا دوں جڑ وہم کی زمیں سے اڑا دوں کفران کے پرزے
نہ اس کو چھوڑوں نہ اسکو رکھوں کہ ان سے تحقیر وید کی ہے
اندھیر عالم میں ہے تو بھگون! جلا کے جی لاؤنگا اجالا
بدن جو داغوں سے ہو چراغاں۔ کرونگا جل جل کے دیپ مالا

۱- سنیاسیوں کا ٹولا۔ جو دھونی رما کے بیٹھ جاتا ہے۔ یہ لوگ جسم پر راکھ ملے رہتے ہیں۔ سوامی کی مراد یہ ہے کہ بیہودہ رسومات سے باز آجائیں اور سب کا عقیدہ وید کے پاکیزہ کلام پر ہو جائے۔ ۲- بدھ لوگوں کا بڑا گرو جو تبت کے دارالخلافہ لاسہ میں رہتا ہے۔ وہ بدھ کا اوتار سمجھا جاتا ہے۔
۳- عارف۔ اسے میں سچا عرفان سکھاؤں۔ ۴- بے آزاری۔ دیکھو صـ

نگاہِ واپسیں

شعاعیں صبح صادق کی ہیں گھر گھر نور پھیلاتی۔
ہیں باغ و راغ میں یکساں پیامِ تازگی لاتی۔
چمن کی نُنھی دُلہنوں کو نور کے زیور ہیں پہناتی
حمامِ عیش میں صحرا کو ہیں اِک غسل دے جاتی

بقیہ حاشیہ ۲۰۰ صفحہ گذشتہ یہ جین دھرم کا سب سے بڑا اصول ہے۔ انہیں خواہ مخواہ کے وہم اور نمائش سے آزاد کر کے حقیقی بے آزاری کی رمز بتاؤں۔ ۵۔ سوامی کی وفات زہر سے ہوئی۔ مرتے وقت اُن کے جسم پر سارے پھپھولے تھے۔ اتفاق سے اُس دن دیوالی بھی تھی۔ سوامی کے پھپھولے گویا چراغوں کی صورت میں چمک رہے تھے اور دُنیا جگمگا رہی تھی +

۱۔ آخری نظر +

۲۔ صبح کاذب پہلے ہوتی ہے۔ اُس وقت پوری روشنی نہیں ہوتی۔ صبح صادق پورا سویرا ہوتا ہے +

۳۔ کھیت۔ سبزہ زار۔ باغ اور سبزہ زار۔ دونوں میں صبح کے وقت تازگی کا سماں ہوتا ہے +

۴۔ باغ کے بیل بوٹوں کو نورانی آرائش عطا کرتی ہے +

مگر حربا[1] سے پوچھو۔ صبح صادق کیا تماشا ہے
کہاں وہ بات گو مرغابی تڑکے بانگ دیتا ہے۔

پہاڑوں کو ہیں فرحت بیں ڈبوتی چاند کی کرنیں۔
رخ گردوں پہ پھیلاتی ہیں موتی چاند کی کرنیں۔
ہیں شیرِ[2] حسن دریا میں بلوتی چاند کی کرنیں۔
زمیں کیا آسماں کا منہ ہیں دھوتی چاند کی کرنیں

کبک[3] کے دل پہ ہے کچھ ثبت انوکھی کیفیت اسکی
نہیں معلوم کچھ چشم غلط بیں کو صفت اسکی
کنول کے پھول کو دلدل میں دیکھا لاکھ آنکھوں نے
اڑایا ہمنشینی کا مزا شبنم کے قطروں نے

۱- گرگٹ - فارسی شاعری میں یہ سورج کے درشن کی نہایت مشتاق خیال کی جاتی ہے۔ صبح ہونے سے پیشتر بے قرار ہو کر تڑپتی ہے

۲ - دریا میں خوب صورتی کا دودھ بلوتی ہیں۔ سفید کرنیں دریا کے پانی میں سفید خوب صورتی کی آمیزش کرتی ہیں +

۳- چکور- یہ چاند کے درشن کی مشتاق ہے۔ کبھی چاندنی میں اس پرندے کو چلتا دیکھو- نہایت خوشنما ادا کے ساتھ ٹہلتا ہے +

لطافت کو بہت پرکھا۔ کسی کے نرم ہاتھوں نے

سکھایا خوب عرفاں کا سبق پیروں کو رندوں نے

کسی نے یوں نہ جوہر سے چھنا آب بقا دیکھا

ہوا ان پتیوں کی رس سے جوں شیریں دہن بھنورا

تھیں جگمگ کر رہی گھر گھر میں دیوالی کی قندیلیں

بچھائے تھی زمین ہند آنکھیں رام کی رہ میں۔

کئی دل ہو چکے نور آشنا تھے باتوں باتوں میں۔

ہزاروں خوش نصیبوں نے رشی سے کی تھیں چار آنکھیں

مگر محفوظ تھی اب تک نگاہ آخری اُس کی

کسی کے دل میں ہوئی اس سے تھی عرفاں کی دیوالی

۱۔ عارف لوگ دُنیا میں رہ کر دُنیا سے کنارہ کشی کی مثال میں ہمیشہ کنول کو پیش کرتے ہیں۔ کہ پانی میں رہ کر اُس کی نمی سے مُتاثر نہیں ہوتا +

۲۔ دلدل سے امرت چھانا گیا۔

۳۔ سوامی کا انتقال دیوالی کے روز ہوا تھا +

۴۔ دیوالی کی ابتدا کیسے ہوئی؟ یہ کسی کو معلوم نہیں۔ ایک خیال یہ ہے کہ اُس روز شری رام چندر جی لنکا فتح کرکے اجودھیا واپس تشریف لائے تھے

۵۔ رشی دیانند سے +

۶۔ معرفت کے چراغوں کی قطاریں +

غیر تو کیا؟ بدگمان تھا پاسباں غماز تھی — ایک بیوہ تھی۔ خدائی محو مشق ناز تھی

تیری ہمدردی نے پھر جینے کے قابل کر دیا۔

بچپنے کے بیاہ کو روکا۔ بیوہ کی مطلبہ پر دیا

اچھوتوں کا شکریہ

کیا پتہ تھا جنم سے پھر تھے یا حیواں تھے ہم — مول تھا کتوں سے کمتر استقدر ارزاں تھے ہم

ظلم سہتے تھے مگر چپ۔ قالبِ بیجاں تھے ہم — گوشۂ کیچڑ میں تھے خاشاک میں غلطاں تھے ہم

ہم کو نیچ کہہ رہے تھے۔ تو نے اول کر دیا

وید کا دروازہ کیا کھولا۔ دیئے سب بند ڈارا

۱- چغلی کھانے والی۔ ۲- ساری دنیا مجھ پر ناز کی مشق کرتی تھی۔ مجھے چڑاتی تھی ستاتی تھی۔ ۳- بچپنے میں بیاہ ہو جانے سے ہی بیواؤں کی کثرت ہوتی ہے۔
۴- [illegible] کے جنم۔ ۵- ورنا اسرت +

۶- چار ورنوں یعنی برہمن۔ کشتری۔ ویش۔ شودر سے باہر۔

۷- برہمن۔ سوامی کے اصول کے مطابق چاہے کوئی چنڈال بھی برہمن صفات سے موصوف ہو کر برہمن کا کام کرنے لگے۔ تو وہ برہمن ہے +

۸- سوامی نے وید پڑھنے کا حق بنی نوع انسان کو عطا کیا ہے۔ خود یجر وید میں اس مضمون کا ایک منتر ہے +

ویدوں کا شُکریہ

تھے پڑے الماریوں میں ہم کوئی پرساں نہ تھا — نام لیتے۔ پر نہ کوئی کھول کر تھا دیکھتا

معنے پنہاں سے ہوتے کیا محقق آشنا — رام موہن رائے تک وید اُپنشد کو کہہ گیا

جہل کا مخزن کوئی کہتا۔ کوئی ظلمت کی کان

ہو بھلا تیرا کیا تُو نے ہمیں حکمت کی کان

رشیوں کا شُکریہ

یوگ سے بہتر ہوا پھر زندہ پتنجلی کا نام — آ کے کلجگ میں کیا پورا کپل کا تُو نے کام

۱۔ لالہ لاجپت رائے نے اپنے تصنیف کردہ سوامی جی کے حالات زندگی میں تحریر کیا ہے کہ ایک دفعہ راجہ رام موہن رائے بانی برہمو سماج سے جو کئی زبانوں کے اعلیٰ پایہ کے عالم تھے۔ وید مانگے گئے۔ آپ نے اُپنشد پیش کئے

۲۔ غلط تفسیروں نے وید کا پایہ بہت گرایا تھا۔ سوامی کی تفسیر نے رشیوں کی پیروی کرتے ہوئے پرماتما کے بخشے علم کو سب طرح مکمل ثابت کیا۔

۳۔ ریاضت +

۴۔ علم ریاضت کا ماہر۔ یوگ درشن کا مُصنّف پتنجلی منی +

۵۔ سانکھیہ درشن کا مصنّف۔ کپل رشی۔

تیرے لب سے جیمنی۱ کا پھر ہوا جاری کلام　　دیاس اور گوتم ہوئے تیری زباں سے تازہ کام

رام کی جاری کرائی تُو نے سچی استتی

مرتبہ پر اپنے آئی سُرخرو گیتا ہوئی

سب مل کر نذر نیاز لاتے ہیں

جانتے ہیں ہم کہ سے توصیف تو بے نیاز　　بڑھ نہ جائیگا ترا کچھ شکریوں سے امتیاز

بندہ احساں کو لازم ہے مگر نذر نیاز　　کر قبول اسکو۔ ہے گو لوگوں سے بھی کم اپنا نیاز

۱۔ جیمنی۔ پُورو میماںسا درشن کا مصنف۔ ۲۔ ویدانت شاستر کا مصنف

۳۔ نیائے شاستر کا مصنف۔ ان سب رشیوں کا کلام سوامی کے

نوشتوں میں ملتا ہے۔

۴۔ تعریف۔ جب تک رام کو پرماتما کا اوتار کہتے تھے۔ رام کی توہین ہوتی

تھی۔ کیونکہ پرماتما ہو کر رام جیسی زندگی گذارنا کوئی بڑائی کی بات نہیں۔

البتہ اپنے خدائی کے پایہ سے گرنا ہے۔ سوامی نے رام کو مہاپرش بتایا

اس سے اُن کی صفات روشن ہوئیں۔

۵۔ سری کرشن کی تصنیف۔ اسے لوگ وید سے بڑھکر پاک مانتے تھے۔

سوامی نے اسے انسانی تصنیف بتا کر اس کا بہت اعزاز کرایا۔

۶۔ تجھے تعریف کی پرواہ نہیں۔

۷۔ عزت۔ ۸۔ بھگتی کی بھینٹ۔

۹۔ سوامی نے اپنے گورو کو لونگوں کی بھینٹ پیش کی تھی۔ دیکھو بھینٹ کے لونگ

رانڈ کی آہوں میں لاتے ہیں یتیم آنسو پرو
وید پڑھکر پیش کرتے ہیں اچھوت اس ہار کو

فریاد

اے کہ تھا تو ناتھ اناتھوں کا یتیموں کا پدر　　آہ وائے بیواؤں کی چھلنی رہا تیرا جگر
سہہ سکتا تھا نہیں انسان کتوں سے بتر　　بے زبانوں کی زبان تھا چھوٹے بچوں کا مقرر

کچھ پتہ ہے تجھکو؟ ہیں پیرو ترے کس رنج میں
موت بنکر آج ہے گھیرے ہوئے غفلت انہیں

یہ ترے پیارے بچوں کو دوا دیتے نہیں　　یہ مسکینوں کو بھی تو آب بقا دیتے نہیں
آہ! کیا بیدرد ہیں منہ سے دعا دیتے نہیں　　چارہ گر ہیں اور جواب التجا دیتے نہیں

اور کیا ہوگا اندھیر اس کالے گردوں کے تلے
وید کے مندر پہ پہرے لگ گئے پولیس کے

اے بے کسوں کا مالک - ۲ بے قرار - ۳ ٹھکانہ - ۴ امرت - اس میں بھلا کیا تکلیف پڑ سکتی ہے * ۵ - ۱۹۱۵ء کے لاہور سماج کے جھگڑے دلیں میں آریہ سماج کے مندر پر پولیس کا پہرہ لگ گیا تھا۔ مہینوں مندر کو سرکاری تالا لگا رہا۔ دونوں فریق اپنا ہفتہ واری ست سنگ دیگر مقامات پر کرتے رہے۔ اس سے زیادہ شرم کا مقام کسی دھرم سماج کے لئے کیا ہو سکتا ہے *

کونسی ہلچل ہے تو اے مہرِ کامل! چھپ گیا   ہم سے بھی بڑھ کر کوئی تھا تیرگی میں مبتلا؟
شعلہ افگن آج ہے کس لوک میں تیری ضیا؟   دیپ مالا کے ہی دن گھر اندھیرے میں رہا

اے الیثم سوز غیر! اسباب ہیں پھر سوز کے
طالب مکتی ہے کیا؟ مکتی نہیں تیرے لئے

آ جل اے شمع ہدایت! پھر سے محفل میں جل   اس اندھیری ہیبت اجڑی ہوئی منزل میں جل
رات کے پردے میں جل تیرہ زمیں کے دل میں جل   دیدۂ خورشید میں چشم مہ کامل میں جل

ہاں جل اے مہرِ صفا! پھر ستیہ کا پرکاش کر
پھر ہمارے جہل کا نورِ صفا سے ناش کر

۱- پورا سورج - ۲- جسے سب سے زیادہ روشنی کی ضرورت تھی۔
۳- جھلکا ڈالنے والی - ۴- طبقہ - ۵- روشنی۔
۶- سوامی کا انتقال دیوالی کے دن ہوا تھا +
۷- پرایوں کی جلن سے غمگین - دوسروں کے دکھ سے دکھی۔
۸- تو نجات چاہتا ہے - تیرا خیال ہے - کہ پھر جنم میں نہ آؤں - ایسا ہونا ناممکن ہے - دنیا کو تیری پھر ضرورت ہے - تو پھر جنم لے +
۹- نورانی - ۱۰- مکان۔
۱۱- اندھیری۔
۱۲- پاکیزگی کا سورج۔
۱۳- سچ کو ظاہر کر۔ ستیارتھ پرکاش سوامی کی معرکۃ الآرا تصنیف ہے۔

پھر یتیموں کیلئے پیغامِ رحمت بن کے آ ۔۔۔ پھر اناتھوں[۱] کے لئے پیمانِ[۲] شفقت بن کے آ

پھر اچھوتوں کے لئے سامانِ عزت بن کے آ ۔۔۔ بے نواؤں کے لئے پھر خوانِ نعمت بنکے آ۔

ویدؔ[۳] کی تفسیر ادھوری ہے اسے پورا بھی کر

مدعی کی بات کو سچا بھی کر جھوٹا بھی کر

رشی! تیری لاج!

ترے حضور میں آنے کے ہم نہیں قابل ۔۔۔ تجھے رخ اپنا دکھانے کے ہم نہیں قابل

ہے حال زار سنانے کے ہم نہیں قابل ۔۔۔ جو بیتی ہم پہ بتانے کے ہم نہیں قابل

ہے جب سے چھوڑا تجھے ۔ اعتبار کھویا ہے

بھٹک بھٹک کے سراسر وقار کھویا ہے

۱۔ بیکس لوگوں کے لئے ۔

۲۔ مہربانی کا وعدہ ۔

۳۔ سوامی جی یجر وید کی مکمل اور رگ وید کی نصف سے کچھ زیادہ تفسیر کر پائے تھے ۔ کہ اُن کا انتقال ہو گیا۔ وید کی تفسیر باقی رہ گئی۔ اُن کے بعد دوسرے پنڈتوں نے وید کے مختلف حصوں کی تفسیر کی ہے ۔ لیکن رشی کی تفسیر کی بات اُن میں کہاں ۔

کہاں وہ عزم! کہ یورپ[1] میں ہوں جا پہنچینگے　　صدائے اوم[2] سے ہم روم[3] کو گونجائینگے

پیام لیکے ترا چین و شام جائینگے　　جو ہم نے دیکھا ھو آفاق[4] کو دکھائینگے

صلائے[5] عام کی صورت تھا تیرا دروازہ

یہ دیکھ ہم نے ہے اس پر لگا دیا پہرہ

بجھانے آئے تھے ہم آگ یاں خصومت کی　　ہون[6] سے لانی ہمیں بارشیں تھیں رحمت کی

ہمیں جلانی تھی یاں رسم درد آتشوں[7] کی　　اکھیڑنی ہمیں عالم سے جڑ تھی نفرت کی

سماج میں ہمیں لانے تھے گبر و عیسائی

کئے سماج بدر[8] ہم نے آریہ بھائی

۱- جنگ یورپ میں آریہ سماجیوں نے میسوپوٹیمیا میں آریہ مندر بنوایا تھا۔ کسی طرح آریہ دھرم وہاں پہنچا تو سہی ۔

۲- پرماتما کا اسم اعظم۔

۳- اٹلی کا دارالخلافہ۔ یہاں عیسائی مذہب کا مرکز رہا ہے۔ سینٹ پال کا بڑا گرجا یہیں ہے ۔

۴- ساری دنیا۔ زمانہ۔ اطراف۔

۵- دعوت عام۔ تیرا دروازہ ہر ایک کے لئے کھلا رہتا۔ یہ دعوت عام کی تصویر تھا۔ پہرے کے لئے دیکھو نوٹ صفحہ　　نذر نیاز

۶- ہون کا ایک فائدہ بارش ہے ۔ ۷- آتش پرست۔

۸- یہ ظلم بھی ۱۹۱۸ء کے لاہور آریہ سماج کے جھگڑوں میں ڈھایا گیا۔

ہم آن پہ جال کبھی حرص کا بچھاتے ہیں　　مقدموں کی کبھی زد میں انکو لاتے ہیں

ہمیشہ خوف انہیں پولیس کا دکھاتے ہیں　　قبائیں کالی دکھا کر انہیں ڈراتے ہیں

سبب نشاں کالی کا یا ہے سماج کا مندر ؟

بنا ہے بنگلہ پولیس کا ترامشدر

کسی نے ہم کو کہا تخت و تاج سے باغی　　کسی نے دی ہمیں تہمت ہیں راج سے باغی

نہ ہم خراج سے باغی نہ باج سے باغی　　ہوئے جو باغی تو کس سے ؟ سماج سے باغی

جہاں سے ڈر کے ترے پاک نام کو چھوڑا

کہا تھا۔ کام نہ چھوڑینگے۔ کام کو چھوڑا۔

نرا یہ حکم نہ پرواہ ہے مال و جاہ کریں۔　　نرا اصول کہ جاندار کا رفاہ کریں۔

ہم اپنا جنگ و جدل سے ہی گھر تباہ کریں　　جو اپنے بیری ہیں اوروں سے کیا نباہ کریں

۱۔ یہ سب معاملات لاہور آریہ سماج کے جھگڑے میں ہوتے رہے۔

۲۔ کالی دیوی کا استھان۔ کالی کا چڑھاوا خون ہے۔ گوشت ہے شراب ہے۔ یہ خون خوار دیوی ہے +

۳۔ آریہ سماج پر بغاوت کا الزام کئی کوتہ فہموں کی مہربانی سے لگا تھا۔ بعد میں خود بخود شبہوں کے بادل اٹھ گئے۔ گورنمنٹ کی رپورٹوں اور افسروں کے نوشتوں میں آریہ سماج کے فہمیدہ اور امن پسند جماعت ہونے کا اعتراف ہوتا رہا۔ م۔ د۔ ۵۔ محصول +

ترا یہ خاصہ بنا لینا دوست دشمن کو
ہمیں کمال لڑا دینے میں چولی[1] دامن کو

جو دل میں بات ہے مخفی بتا نہیں سکتے   جو راز سینے میں ہے لب پہ لا نہیں سکتے
جگر پہ داغ ہیں پیارے دکھا نہیں سکتے   مگر تو سوامی ہے تجھ سے چھپا نہیں سکتے

جو ہم سماجی ہیں تحصیلِ مدعا تک[2] ہیں
ترے تو نام کے دشمن ہیں تیرے گھاتک[3] ہیں

یہ سچ ہے ہم نے ڈبویا ہے نام ویدوں کا   سنایا سب کو الٹ کر پیام ویدوں کا
زباں پہ ذکر ہے گو صبح و شام ویدوں کا   ہے بات حق کی نہیں کوئی کام ویدوں کا

نہ تھے یہ سچ ہے نہ تھے ہم عروج کے قابل
زہے نصیب![4] کہ ہم ہو گئے ترے قابل

جنم ہی جب تجھے ہندوستاں میں لینا تھا   اسی گھڑی۔ اسی میلے مکاں میں لینا تھا

۱۔ چولی دامن کا ساتھ نہ ٹوٹنے والا ساتھ ہے۔ مگر ہم اسے بھی توڑ دیتے ہیں۔ عداوت پیدا کرنے میں استاد ہیں +
۲۔ مطلب کے حاصل کرنے تک۔
۳۔ قاتل +
۴۔ ہماری خوش قسمتی تھی کہ تجھ جیسا رشی ہمیں ملا +

ہمارے گھر کو جب اوجِ[1] جناں میں لینا تھا — ہمیں پھر اپنی ہی گودِ اماں میں لینا تھا

ہماری کیا؟ تجھے آج اپنی لاج رکھنی تھی

یہ تیری شان ہے شانِ سماج رکھنی تھی

ترا پیام جہاں میں بلند ہوتا ہے — ترا کلام جہاں میں بلند ہوتا ہے

یہ پاک نام جہاں میں بلند ہوتا ہے — رشی کا کام جہاں میں بلند ہوتا ہے

مٹا! مٹا!! ہمیں اے آسماں[2] مٹا دے تو

نہیں یہ سہل رشی کا نشان مٹا دے تو

میرے سوامی کی شان!

میرے سوامی! شان تیری کیا سے کیا ہو جائے گی

ہے کرامت آج — کل تک معجزہ ہو جائے گی

رام[3] کے بھگتوں نے دیکھا ہے تجھے بن باس میں

پھر وہی جنگل کی جاری جاترا ہو جائیگی

۱- ہندوستان کو ہی جب اپنی پیدائش کا فخر بخشن کر بہشت کا ہمسر پلہ کرنا تھا۔ اوج کے معنی بلندی + ۲- آسمان +

۳- شری رام چندر جی کی عظمت اُن کا کڑا بن باس ہے آپ چودہ برس

سر بسر تفسیر گیتا کی ہے ۔ پیارے کی حیات[1]
مرنے والوں کو یہ تدبیر بقا ہو جائیگی[2]

سونگھ کر وحدانیت کی بو ریاض ہند میں ۔[3]
مولوی مسلم کو مکہ دوسرا ہو جائے گی

پہنچ کر بیت المقدس میں مسیحائی تیری[4]
اہل عیسے کو نیا ابن خدا ہو جائیگی ۔

راجپوت اشعار میں پرتاپ پائیں گے تجھے[5]
مرہٹوں کو سیرتا تیری شوا ہو جائیگی[6]

بقیہ صفحہ گذشتہ ۱۳۹ ۔ جنگلوں میں رہے ۔ دیانند اٹھارہ برس ۔ رام جی نے رشیوں منیوں سے لابھ اٹھایا ۔ تو سوامی نے بیسیوں سادھوؤں کے چرن چھوئے ۔ رام نے راون کو فتح کیا ۔ سوامی نے توہمات کا قلعہ ڈھایا ۔

۱ ۔ گیتا کا فلسفہ ہے ۔ بیغرض عمل ۔ دیانند اس کا نمونہ تھے ۔

۲ ۔ مرتے وقت گیتا کا پاٹھ کرتے یا کراتے ہیں ۔ اس میں مکتی مانتے ہیں دیانند کی تقلید جیون مکتی ہے ۔

۳ ۔ حضرت محمد کا معجزہ اُن کی وحدانیت کی تعلیم ہے دیانند وحدانیت خدا کا کامل واعظ

۴ ۔ خداوند مسیح پرماتما کا بیٹا ہے ۔ جناب دیانند سب کو خدا کا بیٹا [illegible] فرزندی سعادت مندی ہے ۔

۵ و ۶ ۔ پرتاپ کا ذکر پہلے ہو چکا ہے ۔ شواجی مرہٹہ سلطنت کا بانی تھا ۔

بیوی بچوں کو نہ ہوگا۔ بوجھ آبا کا فراق
تیری عجلت بدّھ کی جب رہنما ہو جائے گی

نانک[۲] اور گوبند کا درشن کریں گے تجھ میں سکھ
تیری بھگتی رُخ بدل کر بیستا ہو جائے گی

جَین سیکھیں گے تجھ سے اہنسا[۳] دھرم کا
چھوت سے اُن کو عداوت برملا ہو جائیگی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۴۔ اورنگ زیب کے مقابل آریہ دھرم اور آریہ سلطنت کو قائم کرنے والا۔ پکا شجاع اور پکا منتظم۔ مذہب کا اتنا آزاد۔ کہ مذہبی کتاب چاہے قرآن ہو یا وید اُس کے پیروؤں کے پاس پہنچواتا۔ اس کی عملداری میں عورتوں کی بے حرمتی نہ ہو سکتی تھی۔ چاہے وہ غیر قوم کی ہوں۔ اور جنگ میں ہاتھ آئیں۔ سپاہی عصمت کا سبق سیکھے ہوئے تھے۔

۱۔ مہاتما بدھ کا ذکر ہو چکا ہے۔ آپ نے گھر اُس وقت چھوڑا۔ جب بچہ پیدا ہوا۔ سوامی کی طرح شادی کرنے سے پہلے چلے جاتے۔ تو بیوی بیوہ نہ ہوتی۔ نہ بچہ یتیم ہوتا۔

۲۔ گورو نانک بھگت تھے۔ گورو گوبند سنگھ بیر تھے۔ سوامی نے بھگتی اور بیرتا کو ایک کر دیا۔ اُن کا بھجن بھی وہی تھا۔ چلن بھی وہی۔ جیسے عبادت میں شجاع تھے۔ ویسے ہی شجاعت میں عابد تھے۔

۳۔ اہنسا کے معنی ہیں کسی کو ایذا نہ پہنچانا۔ یہ جین دھرم کا اصول ہے مگر کسی سے چھوت کرنا۔ اُس سے چھو نے سے اپنے آپ کو ناپاک ماننا قلبی ایذا ہے